احادیثِ رسول

مرتبہ: قاری فیوض الرحمٰن

◎ درمیان سے نہ کھاؤ
◎ اپنا حصہ کھاؤ
◎ انگلیوں کو چاٹنا

◎

ایک برتن میں ساتھ کھانے کی صورت میں ہر شخص کو اپنی اپنی طرف سے کھانا چاہیئے گویا اس طرح ہر شخص کا حصّہ الگ الگ ہو جاتا ہے اور کھانا بھی خراب نہیں ہوتا۔ اور دوسرے کھانے والوں کی طبیعت بھی مکدّر نہیں ہوتی۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ اَلْبَرَکَۃُ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ. فَکُلُوْا مِنْ حَافَتَیْہِ وَلَا تَأْکُلُوْا مِنْ وَسَطِہٖ ——

(ابوداؤد۔ ترمذی)

ترجمہ: برکت کھانے کے وسط میں اترتی ہے۔ اس کے کناروں سے کھاؤ۔ اور اس کے درمیان سے نہ کھاؤ۔

◎

جلسوں اور کانفرنسوں میں یہ دیکھ کر انتہائی دُکھ ہوتا ہے کہ ہم اس تہذیب اور شائستگی سے کس قدر تہی دامن ہیں جو حضور علیہ السلام نے ہمیں سکھائی تھی۔ بڑے بڑے اہلِ علم کو دیکھئے کہ "دسترخوان پر بیٹھے ہوں اور ملازم ڈونگے میں سالن لائے تو تمام سالن اور بوٹیاں اپنی قاب میں نہایت چابکدستی سے اُلٹ لیتے ہیں...... دن دہاڑے...... سب ساتھیوں کے علی الرغم اور سمجھتے ہیں کہ دین سے آداب کا کوئی تعلّق نہیں ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ان آداب کو نظرانداز کرنا صریحاً بے دینی ہے۔" (اسلام اور آدابِ معاشرت)

اور بعض لوگ دوسروں کے سامنے سے ہاتھ بڑھا کر جھپٹ لیتے ہیں۔ یہ نفس پر حرص و طمع کے غلبے کی دلیل ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا —— نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَقْرِنَ الرَّجُلُ بَیْنَ التَّمْرَتَیْنِ اِلَّا اَنْ یَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَہٗ۔

اکٹھے بیٹھ کر کھانے کی صورت میں کسی شخص کو یہ نہ چاہیئے کہ وہ دو دو چھوہارے اکٹھے کھائے۔ جب تک اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔ (الخمسۃ الا النسائی)

اکٹھا کھانے میں آپؐ نے ایثار کی تعلیم دی ہے کہ میرا دوسرا بھائی یا عزیز زیادہ کھائے۔ لیکن اس شخص کا منشا یہ ہے کہ دوسروں سے زیادہ کھائے۔ یہ طریقہ ایثار کے بھی خلاف ہے۔ اور اس سے حرص کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔

◎

کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے اور انگلیوں کو منہ سے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیئے۔ آپؐ کا فرمان ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا فَلَا یَمْسَحْ اَصَابِعَہٗ حَتّٰی یَلْعَقَھَا (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹنے سے پہلے صاف نہ کرے۔

چھری اور کانٹے کے اس دور میں شاید بعض احباب کو یہ حدیثیں اوپری معلوم ہوں اور بقول علامہ اقبالؒ

سنے گا اقبالؔ کون تیری یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان چھری اور کانٹوں نے ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں اور طریقوں سے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ میں ان کے استعمال پر ناجائز کا فتویٰ نہیں لگا رہا۔ بلکہ میرا کہنا یہ ہے کہ ان کی وجہ سے ہم اصل سنتوں سے دور ہو گئے ہیں اور یہ سنتیں ہمیں کہیں کہیں بمشکل دکھائی دیتی ہیں۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ سفروں میں دیکھا ہے کہ یہ حضرات ان سنتوں کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ کھانے سے پہلے کھانے کے آداب بیان کرتے ہیں۔ مل کر کھاتے ہیں اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا دوسرا بھائی زیادہ کھالے اس سے آسمانی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ ایک سفر میں ایک بزرگ نے کھانے کے آداب بیان فرمائے اور فرمایا کہ دیکھو ہر نوالے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ جب نوالہ منہ میں ڈالو اور اسے چباؤ، لُطف آئے تو "سبحان اللہ" کہو۔ اور جب حلق سے نیچے اتر جائے تو "الحمد للہ" کہو۔ میرا مشاہدہ ہے کہ ان آداب کی رعایت رکھ کر کھانے سے وہ برکت نازل ہوتی ہے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور کھانے کے بعد یہ سب اپنی انگلیاں چاٹتے ہیں، برتن صاف کرتے ہیں اور پھر ہاتھ دھوتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ آپؐ نے انگلیوں کے ساتھ جس برتن میں کھانا کھایا جا رہا ہے اُسے بھی اچھی طرح سے صاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

"عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَۃِ، وَقَالَ اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِکُمُ الْبَرَکَۃُ۔

(رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے انگلیوں کے چاٹنے اور برتن کے صاف کرنے کا (ہمیں) حکم دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ "تمہیں کیا معلوم تمہارے کس کھانے میں برکت ہے"!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ
۴ ستمبر ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۱۶

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مسلمانوں کی غیرتِ ملّی کو چیلنج

؎ کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں ؟

اخبارات و رسائل میں اس نوع کی خبریں تسلسل کے ساتھ چھپ رہی ہیں کہ امریکہ اور اس کے ذیلی ملکوں میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کا ارتکاب مختلف صورتوں میں کیا جا رہا ہے۔ کبھی شب خوابی کے لباس پر قرآنِ مقدس کی آیات کے نقوش کی تصاویر شائع ہوتی ہیں۔ کبھی کسی مصنف کی کتاب میں حضور ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں نازیبا اور نہایت دل آزار کلمات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ کبھی کسی کارٹون کے ذریعے اسلامی شعائر کا مضحکہ اڑانے کی خبر آتی ہے غرضیکہ ایک طوفانِ بدتمیزی ہے جو تہذیب و ارتقاء کے ان نام نہاد اجارہ داروں کی بدتہذیبی اور بداخلاقی کے ہاتھوں برپا ہے اور اس کی زد براہِ راست مسلمانوں پر پڑ رہی ہے۔

حال ہی میں ایک اور دلخراش خبر نے مسلمانانِ عالم کے قلوب کو مجروح کیا ہے کہ سوئٹزرلینڈ کی ایک شوگرمل نے قہوہ خانوں میں استعمال ہونے والی چینی کے چھوٹے چھوٹے پیکیٹوں پر حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک فرضی اور من گھڑت داستان چھاپ رکھی ہے جو نہ صرف یہ کہ تاریخی طور پر بالکل بے بنیاد ہے بلکہ خبر کا انداز سخت توہین آمیز بھی ہے اسی کے ساتھ یہ خبر بھی آئی ہے کہ اب غسل کے لباس پر عربی رسم الخط میں "یا اللہ" کے الفاظ منقش ہیں اور اس لباس کو آوارہ نوجوان عام استعمال کر رہے ہیں۔

شعائرِ اسلام کی یہ توہین یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اور اس قسم کے شرمناک واقعات کا اعادہ و تکرار اس امر کا غماز ہے کہ امریکہ اور اس کے حاشیہ بردار ملکوں نے شرافت و اخلاق کا وہ نمائشی لبادہ بھی اُتار پھینکا ہے جس سے وہ مسلمان ملکوں کے بھولے بھالے عوام کو اپنے دامِ ہمرنگ زمین میں پھانسا کرتے تھے اور اب ان کی مسلم آزاری صرف عربوں کے مقابلہ میں اسرائیل کی بیجا و بے جا حمایت تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ وہ گالیاں دینے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا منہ چڑانے پر بھی تلے ہوئے ہیں۔

امریکہ اور اس کے ذیلی ملکوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ کہ ان کے اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کے دلوں میں غیظ و غضب کا جو لاوا پک رہا ہے اگر وہ اُبل پڑا تو ایشیا اور افریقہ کے کسی اسلامی ملک میں کسی امریکی کی جان و مال کا تحفظ ممکن نہیں رہے گا امریکہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تاریخِ اقوام و ملل میں ایسے بہت سے لمحات آئے ہیں جب ممولے کو شہباز سے پنجہ لڑانے کا حوصلہ ہوا ہے۔ جیسا کہ ویت نام کی جنگ میں خود امریکہ اس کا تجربہ و مشاہدہ کر چکا ہے اور اس سے پہلے کوریا کی جنگ میں وہ اس تجربہ سے گذر چکا ہے۔

امریکہ کی مسلم آزاری اور اسلام دشمنی کے یہ مختلف مظاہرے مسلمانانِ عالم کے قلوب کو چھلنی کر چکے ہیں اور اب انہیں اس منفی پروپیگنڈے سے مطمئن نہیں کیا جا سکتا کہ بلخ و بخارا کے مسلمانوں پر روس اور چین کے ہاتھوں کیا گذری ہے؟ روس اور چین کا جو بھی کردار رہا ہو لیکن وُہ کمینگی اور دناءت کے اس مقام پر کبھی نہیں پہنچے کہ انہوں نے مسلمانوں کے شعائرِ دین کا کھلم کھلا مذاق اڑایا ہو یا اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس سے کھیلنے کی ناپاک جسارت کی ہو۔

پاکستان دنیا کا واحد اسلامی ملک ہے جس کی تاسیس و تشکیل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اور حضورؐ کے اسم گرامی کی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مسلمان لڑکی سے مرزائی مرد کا نکاح غیر قانونی ہے

مرزا غلام احمد نے دانستہ طور پر قرآن پاک کی آیات خود سے منسوب کی ہیں !!

علامہ اقبال کا مطالبہ صحیح تھا کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ حیثیت دی جائے !!

تنسیخ نکاح کے تاریخی فیصلہ کے انگریزی متن کا ترجمہ

تنسیخ نکاح کا یہ مقدمہ کراچی کی ایک خاتون امتہ الہادی کی طرف سے ایک شخص حکیم نذیر احمد برق (جو ساٹھ سالہ بوڑھا ہے) کے خلاف سول جج جناب شیخ محمد رفیق صاحب گریجہ کی عدالت میں دائر کیا تھا (جن کو فیملی کورٹ کے جج کے بھی اختیارات حاصل ہیں) جج صاحب کا فیصلہ انگریزی ٹائپ کے ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مرزائیوں کے مذہبی عقائد پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں فرقہ مرزائیہ کے بانی مرزا غلام احمد کی تصانیف سے متعدد اقتباسات کے علاوہ قرآن وحدیث کے بیشمار حوالے دئے گئے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ سر امیر علی اور دیگر مسلمان اکابر کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔

مقدمہ کی بحث کے اہم نکات یہ ہیں

(۱) کیا عدالت اس مقدمہ کی سماعت کی مجاز ہے؟ (۲) کیا فریقین کی سابقہ مقدمہ بازی کے تصفیہ کے بعد مدعیہ کو مقدمہ دائر کرنے کا حق ہے (۳) کیا مدعیہ شادی کے وقت بالغ تھی؟ (۴) کیا یہ دھوکے کی شادی تھی؟ (۵) کیا فریقین کی شادی غیر قانونی تھی؟ (۶) کیا مدعیہ اپنا نکاح فسخ کرنے کا اعلان کر سکتی ہے؟ (۷) کیا واقعی مدعا علیہ دو سال سے زائد عرصہ تک مدعیہ کو خرچ دینے میں ناکام رہا ہے؟ (۸) کیا مدعیہ کو خلع لینے کا حق ہے؟ اگر ہے تو کن شرائط پر؟

فیصلہ کا متن :-

فیملی سوٹ نمبر ۹/ ۱۹۶۹ء

مسماۃ امتہ الہادی دختر سردار خان — مدعیہ

بنام

حکیم نذیر احمد برق — مدعا علیہ

فیصلہ :-

مدعیہ نے یہ مقدمہ مدعا علیہ کے ساتھ اپنے نکاح کی تنسیخ کے لئے مندرجہ ذیل امور کی بناء پر دائر کیا ہے۔

یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۹ء کو جب مدعیہ کی عمر بمشکل ساڑھے چودہ برس تھی اس کے والد نے محمڈن لاء کے تحت اس کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ کر دی۔ مدعیہ کا والد ایک ضعیف شخص ہے اور اپنا ذہنی توازن کھو چکا ہے اور اپنی روزی کمانے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے مدعیہ اور اس کے دوسرے بہن بھائیوں کی پرورش اس کے بڑے بھائی نے کی جو سرکاری ملازم ہے۔ مدعیہ کا والد مدعا علیہ کے روحانی اثر میں ہے۔ جس کی عمر ساٹھ سال ہے اور جو خود کو ایک ایسا مذہبی مصلح قرار دیتا ہے جس کے روابط اللہ تعالےٰ سے ہیں۔ مدعیہ کا والد عرصے سے مدعا علیہ کے ساتھ ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے اور مذہبی اختلافات کے باعث اس کے تعلقات کنبے کے دوسرے افراد کے ساتھ خوشگوار نہیں ہیں۔ مدعیہ اپنے بھائی کے ساتھ کنری میں رہائش پذیر تھی اور وہ اپنے باپ کو دیکھنے کے لئے گئی تھی۔ جب مؤخر الذکر نے اس کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ کر دی۔ شادی کے فوراً بعد مدعیہ اپنی ماں کے پاس واپس آگئی۔ اور اسے دھوکے کی اس شادی اور اس سے اپنی ناراضگی کے بارے میں مطلع کیا۔ مدعا علیہ اور مدعیہ کے درمیان میاں بیوی کے تعلقات ابھی تک قائم نہیں ہوتے تھے۔ مدعا علیہ ساٹھ سال کی عمر کا ایک بوڑھا شخص ہے اور مدعیہ کی برادری کا آدمی نہیں ہے۔ ان کے درمیان مذہبی اختلافات کے علاوہ مدعا علیہ اور مدعیہ کے بھائی میں شادی کی بناء پر طویل عرصہ تک فوجداری مقدمہ بازی ہوتی رہی ہے اور یہ کہ مدعیہ اس شادی کے نتیجہ میں مدعا علیہ کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ مدعا علیہ نے دو سال سے زائد عرصہ تک مدعیہ کو خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا ہے۔ یہ کہ مدعیہ اب سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے۔ وہ اس عدالت کے دائرہ اختیار میں ہے اور اب اس نے اس مقدمے کے ذریعے اپنا حق بلوغت استعمال کیا ہے۔ یہ کہ بصورت دیگر بھی فریقین کے درمیان یہ شادی غیر قانونی اور ناجائز ہے کیونکہ مدعیہ سنّی مسلمان ہے اور مدعا علیہ احمدی (قادیانی) ہے۔

مدعا علیہ نے اس مقدمے کی سماعت کی مخالفت متعدّد وجوہ کی بناء پر کی جو اس کے تیرہ صفحات پر مشتمل تحریری بیان میں شامل ہیں۔ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ یہاں اس تحریری بیان کو دوبارہ پیش کروں کیونکہ اس سے فیصلہ غیر ضروری طور پر طویل ہو جائے گا۔ تاہم اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کے تمام الزامات کی تردید کی ہے۔ اس نے عمر کے بارے میں بھی مدعیہ کے بیان اور مدعیہ کی رہائش کے سوال پر عدالت کے دائرہ اختیارات کو چیلنج کیا ہے اور حق شنوائی دلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کے والد سے اپنے تعلقات کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں اور اپنے مذہبی عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے دعوےٰ کیا ہے کہ فریقین کے درمیان یہ شادی قانونی ہے۔ فیصلہ میں مناسب موقع پر مدعا علیہ کے مؤقف سے بحث کی جائے گی۔

فریقین کے بیانات کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور تصفیہ طلب قرار پاتے ہیں :-

۱- آیا عدالت کو اس مقدمے کی سماعت کا اختیار نہیں ہے؟

۲- آیا فریقین کے درمیان سابقہ مقدمہ بازی کا تصفیہ ہو جانے کے باعث اب مدعیہ کو یہ مقدمہ دائر کرنے کا حق پہنچتا ہے؟

۳ - آیا مدعیہ شادی کے وقت نابالغ تھی؟

۴ - آیا مدعیہ کے والد نے مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شادی دھوکہ سے کی تھی؟

۵ - آیا فریقین کے درمیان یہ شادی غیرقانونی تھی؟

۶ - آیا کہ مدعیہ کو حق حاصل ہے کہ وہ مدعا علیہ کے ساتھ اپنا نکاح فسخ کرنے کا اعلان کرے؟

۷ - آیا مدعا علیہ دو سال سے زائد عرصے تک مدعیہ کو خرچ وغیرہ دینے میں ناکام رہا ہے؟

۸ - آیا مدعیہ کو خلع لینے کا حق حاصل ہے۔ اگر ہے تو کن شرائط پر؟

۹ - عدالت اس بارے میں کیا فیصلہ دے؟

میں نے فریقین کے وکلاء کے دلائل سنے ہیں اور مدعا علیہ کا موقف بھی جو اس نے خود پیش کیا سنا ہے۔ مدعیہ کے فاضل وکیل مسٹر محمد عثمان نے مذہب اور قانون کے بارے میں کئی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جنکا تذکرہ میں فیصلے میں کروں گا۔ دلائل کی سماعت اور مقدمے کے شواہد پر غور کرنے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

مسئلہ ۱ مدعیہ نے اپنی درخواست میں اور عدالت کے رُوبرو اپنے بیان میں کہا ہے کہ وہ سامارو میں رہائش پذیر ہے۔ مدعا علیہ نے اس کی نہ تو اپنے تحریری بیان میں تردید کی ہے اور نہ عدالت کے رُوبرُو اسے چیلنج کیا ہے اپنے تحریری بیان کے پیراگراف نمبر۱۲ میں مدعا علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ مدعیہ سامارو میں اپنے بھائی کے پاس رہائش پذیر رہی ہے اس لئے مدعیہ کی عمومی رہائش گاہ تصور کی جائے جہاں وہ واقعی رہ رہی ہے نہ کہ وہ جگہ جہاں اس کا باپ رہتا ہے۔ مغربی پاکستان فیملی کورٹ رولز مجریہ ۱۹۶۵ء کے ضابطہ نمبر۶ کے تحت جس جگہ مدعی رہائش پذیر ہو اس کی عدالت کو تنسیخ نکاح کے مقدمے کی سماعت کا حق حاصل ہے۔ سامارو یقیناً اس عدالت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے اور یہ عدالت زیر نظر مقدمے کی سماعت اور اس کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے چنانچہ زیر بحث مسئلے کا تصفیہ مدعیہ کے حق میں کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲ اس مسئلہ کے تصفیہ کی ذمہ داری مدعا علیہ پر ہے جس نے اپنے موقف کی حمایت میں کوئی شہادت پیش نہیں کی۔ وہ یہ ثابت کرنے کے لئے کسی عدالت کا کوئی فیصلہ پیش نہیں کرسکا ہے کہ اب اس مسئلے کو دوبارہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ اس ضمن میں مدعا علیہ کا موقف بے جان ہے اور اس میں کوئی وزن نہیں اس لئے اس مسئلے کا فیصلہ مدعیہ کے حق میں کیا جاتا ہے

مسئلہ ۵ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اگر اس کا فیصلہ مدعیہ کے حق میں ہوجاتے تو پھر اس مقدمے کے فیصلے کے لئے دوسرے امور پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ فریقین کے فاضل وکلاء نے اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مدعا علیہ حکیم نذیر احمد نے اپنے وکیل مسٹر لطیف کی اعانت کے بغیر ہی اس مسئلہ کے قانونی پہلو پر پورے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ اپنی وکالت خود کی۔

مدعا علیہ کے فاضل وکیل مسٹر لطیف نے مغربی پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۲۳ پر انحصار کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ اس عدالت کو شادی کے قانونی جواز کی سماعت کا اختیار نہیں کیونکہ یہ شادی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت انجام پائی تھی۔

دفعہ ۲۳ میں کہا گیا ہے:-

"کوئی فیملی کورٹ کسی شادی کے جواز پر غور نہیں کرے گی جو مسلم فیملی لاز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے مطابق رجسٹر کی گئی ہو — اس سلسلے میں متذکرہ عدالت کے لئے کوئی شہادت بھی قابل قبول نہیں ہوگی"۔

متذکرہ دفعہ ۲۳ کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنے پر اس کی زبان ہی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ کہ شادی کے جواز پر غور کرنے کے سلسلے میں پابندی صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شادی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت ہوئی ہو۔ اس لیے دفعہ ۲۳ کے مندرجات کا سہارا لینے سے پہلے مدعا علیہ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ فریقین کی شادی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے تقاضوں کے مطابق ہوئی تھی۔ مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کی دفعہ نمبر۱ کی ذیلی دفعہ نمبر۲ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اس کا اطلاق پاکستان کے تمام شہریوں پر ہونا ہے۔ متذکرہ آرڈی ننس کی دفعہ ۵ کے تحت صرف وہ شادیاں رجسٹر کی جاسکتی ہیں۔ جو مسلم لاز کے تحت انجام پائی ہوں اور آرڈی ننس کی دفعہ نمبر۵ کی ذیلی دفعہ نمبر۱ میں کہا گیا ہے:-

"ہر وہ شادی جو مسلم لاز کے تحت انجام پائی ہو اس آرڈی ننس کے مندرجات کے مطابق رجسٹر کی جائے گی"۔

مسلم لاء کے تحت کسی مخالف فرقے کے شخص کے ساتھ شادی کرنے کے سلسلے میں ایک مسلمان کے غیر محدود اختیار پر متعدد پابندیاں عائد ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم پابندی فریقین کا مذہب یا عقائد ہیں۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ شادی کر سکتے ہیں اور تھوڑا بہت عقائد کا فرق چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ حنفی لاء میں ایک مرد کسی عورت یا کتابیہ سے شادی کرسکتا ہے، لیکن ایک مسلمان عورت کسی کتابی سے بھی شادی نہیں کرسکتی، اور کسی بھی غیر مسلم سے جن میں عیسائی، یہودی یا بت پرست شامل ہیں اس کی شادی ناجائز ہوگی۔ مدعیہ کے فاضل وکیل نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان شادی غیر موثر ہے۔ کیونکہ موخرالذکر قادیانی (احمدی) غیر مسلم ہے۔ اس لیے اب یہ سوال تصفیہ طلب ہے کہ آیا فریقین کے درمیان شادی مسلم لاء کے تحت ہوئی ہے اور چونکہ یقینی طور پر یہ شادی مسلم لاء کے تحت جائز نہیں ہے۔ اس لیے مقدمے کے اس پہلو کا تفصیلی جائزہ لینا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے یہ پتہ چلانا بہت ضروری ہے کہ دونوں فریق مسلمان ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہ عدالت فریقین کے بارے میں چھان بین کرسکتی ہے۔ فیملی کورٹس ایسے ہی معاملات کا تعین کرنے کے لیے خاص طور پر تشکیل دی گئی ہیں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ فریقین کے درمیان شادی کے جواز کی چھان بین کی جا سکتی ہے۔

مدعیہ کے بیان کے مطابق مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شادی غیر مؤثر ہے۔ اس لیے اگر قانون کی نظر میں بھی نکاح غیر موثر ہے اور ایسا نکاح جو غیر قانونی طور پر مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت رجسٹر کیا گیا' کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ فیملی کورٹ کی دفعہ ۲۳ کے تحت مانع نہیں ہوسکتا۔ میں قانون کی اس تعبیر سے متفق ہوں اور یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ دفعہ ۲۳ کے تحت جو ممانعت کی گئی ہے، اس کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جائز مسلم شادی کو مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت درج کیا گیا ہو۔ اور اس مقصد کے تحت عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے، کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا فریقین کے درمیان جو نکاح ہوا ہے' وہ وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ مغربی پاکستان فیملی کورٹ میں ترمیمی آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۹ء کے ذریعے ترمیم کردی گئی ہے۔ جس کے تحت کلاز نمبر۷ کے شیڈول میں اضافہ کیا گیا ہے اور شادیوں کے جواز کے مقدمات کی سماعت کے لیے خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں اس اضافے کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ مغربی پاکستان فیملی کورٹ آرڈی ننس کی دفعہ نمبر۲۳ اس حد تک بالواسطہ طور پر منسوخ کردی گئی ہے۔ اب اس امر کا جائزہ لینے سے پہلے کہ آیا مدعا علیہ ایک غیر مسلم ہے' میں مغربی پاکستان کے خلاف آغا شورش کاشمیری کی رٹ درخواست نمبر۹۳۷ (۱۹۶۸ء) کے ضمن میں مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے ججوں کے ان مشاہدات کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جن میں قرار دیا گیا ہے کہ عدالت یہ تعین کر سکتی ہے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ اگر اس سلسلے کا تعلق کسی طور جائیداد یا کسی منصب کے حق سے ہو' یہ مشاہدات زیر بحث مقدمہ میں میری تائید کرتے ہیں کہ عدالت یہ چھان بین کرنے کی مجاز ہے کہ مدعا علیہ قادیانی (احمدی) ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے یا نہیں۔ عدالت عالیہ کے فاضل ججوں نے رٹ درخواست نمبر۹۳۷ (۱۹۶۸ء) میں جو مشاہدات پیش کیے تھے اور جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

"۴۲۔ جہاں تک تجارت اور پیشے کی آزادی اور تقریر

کی آزادی سے متعلق بنیادی حقوق ۸ اور ۹ کا تعلق ہے وہ ہنگامی حالات کے اعلان کی وجہ سے معطل ہو گئے ہیں ۔ مذہب پر عمل اور اس کے اعلان کی آزادی ہے لیکن اس پر عمل کا مسئلہ قانون امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع ہے ۔ اس لیے یہ قطعی نہیں ہے، قانون کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کے لیے یہی آزادی تسلیم کی گئی ہے جو قانون امن عامہ اور اخلاقیات کے تقاضوں کے تابع ہے ۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل کے تمام دلائل کا لب لباب یہ ہے کہ احمدی اسلام کا فرقہ نہیں ہے اور یہ بات کہنے کی ضمانت درخواست گزار کو آئین کی رُو سے حاصل ہے ۔ لیکن فاضل وکیل یہ حقیقت نظر انداز کر گئے ہیں کہ پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے احمدیوں کو بھی یہ آئینی ضمانت اور آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے اسلام کے دائرے میں ہونے کا اعلان کریں ۔ درخواست گزار دوسروں سے وہ حق کیوں کر چھین سکتا ہے ۔ جو وہ خود اپنے لیے طلب کرتا ہے ۔ یہ بات ہماری فہم سے بالاتر ہے ۔ وہ یقیناً انہیں دھمکا نہیں سکتا ۔ اس وقت تصفیہ طلب بات یہ ہے کہ درخواست گزار اور ان کے دوسرے ہم خیال قانونی طور پر احمدیوں کو یہ ماننے سے کیونکر روک سکتے ہیں کہ اسلام کے دوسرے فرقوں کے نظریاتی اختلافات کے باوجود اسلام کے اتنے ہی اچھے پیرو ہیں، جتنا کہ کوئی اور شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہے، اس سوال کا جواب درخواست گزار کے وکیل نے بڑی صفائی سے نفی میں دیا کہ آیا ایسا کوئی مقدمہ یا اعلان جائز ہوگا، جس کے ذریعے یہ طے کیا جائے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں ۔ یا جس کے ذریعے سے احمدیوں کو خود کو مسلمان کہنے سے روک دیا جائے، یہ بات قابلِ اطمینان ہے اور یہ مجرد سوال اس وقت تک نہیں اٹھایا جانا چاہیئے ۔ جب تک اس کا کوئی تعلق کسی جائیداد یا منصب کے حق سے نہ ہو ۔ ایسی صورت میں ایک دیوانی مقدمہ جائز ہوگا ۔ مؤخر الذکر کی معروف شکلوں کا تعلق سجادہ نشین یا خانقاہ کے متولی کے عہدوں اور ایسے دوسرے اداروں سے ہے جن میں بعض اوقات مذہبی عقائد ان عہدوں پر فائز ہونے کی بنیادی شرط ہوتے ہیں ۔ ہمارے مقاصد کے تحت سب سے موزوں مثال آئین کا آرٹیکل نمبر ۱ ہے، جس کے مطابق دوسری خصوصیات کے علاوہ صدارتی انتخاب کے امیدوار کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے ۔ صدارتی انتخاب کے ایکٹ مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۸ کے تحت ریٹرننگ افسر کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس بات کا اطمینان کرنے کے لیے سرسری تحقیقات کرے کہ کوئی صدارتی اُمیدوار آئین کے تحت صدر منتخب ہونے کا اہل ہے ۔ اس میں یہ تحقیقات بھی شامل ہے کہ متذکرہ امیدوار مسلمان ہے، اگر کسی امیدوار کے کاغذاتِ نامزدگی اس لیے مسترد کر دیئے جائیں کہ وہ مسلمان نہیں ۔ تو پھر الیکشن کمیشن کے روبرو اپیل کی جاسکتی ہے اور اس قسم کی اپیل پر کمیشن جو بھی فیصلہ دیگا وہ قطعی ہوگا ۔ آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۷ میں مزید کہا گیا ہے کہ انتخاب کے سلسلے میں کسی تنازعہ کا تصفیہ صرف طے شدہ طریق کار کے مطابق یا اس مقصد کے لیے قائم شدہ ٹریبونل کے ذریعے ہوگا ۔ کسی اور طریق سے نہیں ۔ آرٹیکل کے کلاز نمبر ۲ میں کہا گیا ہے کہ"

"جب کسی شخص کے صدر منتخب ہونے کا اعلان کر دیا جائے تو انتخاب کے جواز کو کسی بھی طرح کسی بھی عدالت یا اتھارٹی کے روبرو زیر بحث نہیں لایا جا سکے گا۔"

اس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ صدارتی انتخاب کے لیے بھی اس بات کا قطعی تعین کرنے کی غرض سے خصوصی اختیارات وضع کیئے گئے ہیں کہ امیدوار مسلمان ہیں یا نہیں اور دیوانی عدالت کا دائرہ اختیار محدود کر دیا گیا ہے ۔

اب ہم ہر اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ زیر بحث مقدمہ میں فریقین کے درمیان ہونے والی شادی مسلم شادی نہیں ہے ۔ کیونکہ مدعیہ کے بیان کے مطابق مدعا علیہ قادیانی (احمدی) عقائد کا پیرو ہونے کے سبب غیر مسلم ہے، اس سلسلے میں صرف ایک نقطہ غور طلب ہے ۔ اور وہ یہ کہ مدعا علیہ مسلمان ہے یا نہیں ۔ جہاں تک مدعیہ کا تعلق ہے ۔ وہ حنفی (سُنّی) مسلم ہے، جب کہ مدعا علیہ نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ قادیانی (احمدی) ہے ۔

مدعا علیہ کے عقیدے اور اس کے مذہب کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کے لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بیان کے ضروری حصے اور اس کے خطوط اور بعض دوسری تحریریں پیش کر دی جائیں، اپنے بیان ایکس ۲۹ میں مدعا علیہ کہتا ہے :۔

"میں احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں، میں ۸ نومبر ۱۹۶۵ء سے خلیفہ ہوں اور اسی وقت سے سردار محمد خان میرا پیروکار ہے ۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا تیسرا خلیفہ ہوں، یہ حقیقت ہے کہ سرِ دست احمدی جماعت کے خلیفہ مرزا نذیر احمد ایم اے ہیں جو مرزا غلام احمد کے دوسرے خلیفہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں ۔ مرزا غلام احمد کے دوسرے خلیفہ بشیر الدین احمد تھے ۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنی درخواست کے پیراگراف نمبر ۳ میں میں نے بیان دیا تھا کہ مدعیہ کا باپ اسلام کے سُنی فرقے سے تعلق رکھتا ہے ۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سچا پیروکار ہوں ۔ اور ان کی تعلیمات پر مکمل ایمان رکھتا ہوں ۔ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ۔

یہ حقیقت ہے کہ میں نے ایک خط میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کے مطالعہ سے مجھ پر یہ انکشاف ہُوا ہے کہ ۱۳۹۹ ہجری میں رمضان کے مہینے میں دو شنبے کی کسی شب کو اُمتی نبی اور رسُول بنایا جائے گا ۔ میں نے ایک اور خط میں لکھا ہے کہ عرش پر اور آسمان میں میرا حقیقی نام محمد احمد ہے، یہ میرا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد میری رُوحانی ماں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے روحانی باپ ہیں اور میں ان کا مکمل بیٹا ہوں۔"

"مجھے مرزا غلام احمد کی تحریروں پر ایمان ہے .... میں اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نبی اور رسُول ہونے کا دعویٰ کیا تھا ۔ مرزا غلام احمد نے خود کو اُمتی نبی اور رسُول قرار دیا تھا .... یہ حقیقت ہے کہ ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء کے "بدر" کے شمارے میں مرزا غلام احمد کا ایک دعویٰ شائع ہُوا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ نبی اور رسُول ہیں ۔ میں نے مرزا بشیر الدین کی کتاب "حقیقت النبوت" پڑھی ہے جس میں مرزا غلام احمد کو مجازی نہیں بلکہ حقیقی نبی قرار دیا گیا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص نبی کے منصب کا منکر ہوتا ہے وہ کافر قرار پاتا ہے ...... میں نے مرزا بشیر الدین کی کتاب آئینہ صدق پڑھی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص حضرت مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین نہیں رکھتا وہ قطع نظر اس کے کہ اس نے ان کا نام سنا ہے یا نہیں کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ...... مرزا افضل احمد ولد مرزا غلام احمد نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہیں کی تھی ۔ یہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے بیٹے مرزا افضل احمد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی ..... اپنے عقیدے کے مطابق ہم ان لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین نہیں رکھتے ۔ ہمارے عقیدے کے مطابق مرزا غلام احمد کی پیروکار کسی عورت کی شادی کسی ایسے شخص سے نہیں ہوسکتی جو ان کا پیروکار نہیں۔"

اگز بٹ ۳۶ میں مدعا علیہ کہتا ہے ۔

"علیم و حکیم خُدا تعالیٰ نے اپنے کل وعدوں وغیرہ اور ازلی و ابدی ارادوں وغیرہ کے مطابق مجھ کو اس ۱۲ر ۱۹۶۷ء بروز اتوار اپنے الہامات کے ذریعے یہ علم بخشا کہ ہم نے اپنے ازلی و ابدی ارادوں وغیرہ کے مطابق ۲۷ر ماہ رمضان کی شب شنبہ ۲۹ر ۳۰ر دسمبر ۱۹۶۷ء کی درمیانی رات میں اپنے عرشِ بریں پر اور کُل آسمانوں پر ایک اعلان کر کے یہ حقیقت ظاہر کر دی ہے کہ برق عرش کو (یعنی مدعا علیہ) آج کی رات سے محمد مصطفیٰ اور احمد قادیانی کی نبوت و رسالت وغیرہ ظلّی و بروزی راہ سے عطا کر کے ان کو رُوحانی طور پر احمد رسُول اللہ اور محمد رسُول اللہ ہونے کا کُل شرف دے دیا ہے ۔ لہٰذا یہ علم ملا کہ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ کا شمس الانبیاء ہونا کُل دنیا پر ظاہر باہر کرنے کے لیے مجھے قمر الانبیاء یعنی کل رسُولوں کا چاند ہونے کا مقام و مرتبہ عطا کر دیا ہے۔"

اگز بٹ ۳۸ میں مدعا علیہ کہتا ہے :

"میں عاجز آپ لوگوں کے نزدیک تو سب انسانوں سے ہر طرح بدترین ہوں اور آپ لوگ مجھ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کرنا، عین نیکی کا کام اور بہت بڑا ثواب وغیرہ جانتے ہیں ۔ مگر خُدا اور رسُول کے نزدیک چونکہ خُدا اور رسُول کا بہت ہی شاندار مامور، خلیفہ اور امام الزّماں اور پندرھویں صدی ہجری کا مجدّد اور کُل رُوحانی آسمانوں وغیرہ کا شہنشاہ اور حضرت رسُول وغیرہ کا کامل اور جامع بُروز مظہر و مثیل وغیرہ ہوں"

اگز بٹ ۴۳ میں مدعا علیہ کہتا ہے ۔

"مرزا غلام احمد قادیانی میرے نزدیک بروزی و ظلی طور پر وہ بشر ہیں جو حضرت رسُول عربی تھے ۔ میں عاجز بروزی اور ظلی طور پر وہی کچھ ہوں جو کہ حضرت مرزا صاحب تھے ۔ آنحضرت میرے لیے روحانی طور پر

باپ ہیں اور حضرت مرزا صاحب رُوحانی طور پر ماں ہیں۔ اور میں ان دونوں سے پیدا ہونے والا کامل اور جامع روحانی بیٹا ہوں اور خدا تعالیٰ کے عرش اور آسمانوں پر میرا نام محمد احمد ہے۔"

مدعا علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا پیروکار ہے اس لیے یہ معلوم کرنا بیحد ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیروی کرنے اور ان کی تعلیمات پر ایمان رکھنے کے باوجود مدعا علیہ کو مسلمان تصور کیا جا سکتا یا نہیں۔ اس مقصد کے لیے احمدیوں کی تاریخ کی چھان بین کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔

احمدیت کی تاریخ:

اس فرقے کو سمجھنے کے لیے اس دَور کا جائزہ لینا پڑے گا جس میں یہ فرقہ معرضِ وجود میں آیا تھا۔ مرزا غلام احمد اس تحریک کے بانی تھے۔ ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ سکھ دربار میں ملازم تھے۔ مرزا غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں (قادیان) میں پیدا ہوئے ان کی تعلیم گھر پر ہی ہوئی اور وہ صرف عربی فارسی اور اُردو پڑھ سکتے تھے۔ ۱۸۶۴ء میں وہ کلرک کی حیثیت سے ڈسٹرکٹ کورٹ سیالکوٹ میں ملازم ہوئے جہاں وہ چار سال کام کرتے رہے۔ بعد ازاں انہوں نے ملازمت چھوڑ دی۔ اور اپنا وقت تصنیف و تالیف اور مذہبیات کے مطالعے میں صرف کرنے لگے۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ خُدا کی طرف سے انہیں الہام ہوا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے نبی اور رسُول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے برصغیر غیر ملکیوں کی محکومی میں آگیا تھا۔ مسلمانوں نے اس خطّۂ زمین پر آٹھ سو سال سے زائد مدت تک حکمرانی کی تھی اور معاشرے پر ان کے اثرات، کلچر پر ان کی چھاپ اور نظم ونسق میں ان کی اصطلاحات ابھی تک تازہ تھیں۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ انحطاط کے اندرونی عمل کے علاوہ جوان کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا۔ بعض ایسی طاقتیں بھی ان کے درپے ہو گئی تھیں جن پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں تھا اور جو عالمی سطح پر کام کر رہی تھیں۔ مغرب میں عیسائیت اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھی، مشرقِ وسطیٰ میں عرب معاشرہ جو کسی زمانہ میں اپنی خوش بختی سے اسلام کا گہوارہ بنا، مکہ میں پیدا ہُوا، مدینہ میں پروان چڑھا، دمشق میں روبہ زوال ہُوا اور بغداد میں اس کی قبر کھُد گئی۔ یہاں نظریئے اور عمل کا ایک ایسا ملغوبہ تیار ہُوا جس کا اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ مسلمانوں کا نظریاتی انتشار شروع ہو چکا تھا اور اس سے برّ صغیر ہندوستان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، وہ غیر ملکی جو یہاں تجارت کے لیے آئے تھے یہیں رہ پڑے۔ انہوں نے حصولِ اقتدار کے لیے سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور بالآخر اپنی حکومت قائم کر لی۔ مسلمان اس ملک کی دوسری قوموں پر اب بھی فوقیت رکھتے تھے اور وہ اس ملک پر دوبارہ حکمرانی قائم کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس صورتِ حال نے غیر ملکیوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور انہوں نے سوچا کہ جب تک مسلمانوں کو بالکل قلاش نہ کر دیا جائے ان غیر ملکیوں کے اقتدار کو دوام نہ مل سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی عالمگیر سلطنت اور صنعتی اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ معیشت کے تمام وسائل استعمال کرنے شروع کر دیئے اور دغا فریب کا کوئی حربہ باقی نہیں رہنے دیا۔ ہندو آبادی نے بھی اپنے مفادات غیر ملکیوں سے وابستہ کر لیئے اور ان ہی مسلمانوں میں کچھ میر جعفر اور میر صادق میسر آگئے مسلمانوں نے غیر ملکی تسلّط کے خلاف سرفروشانہ جدوجہد کی لیکن وہ اس سیلاب کے آگے بند نہ باندھ سکے، انیسویں صدی کے وسط میں سارا برصغیر برطانیہ کے زیرنگیں آچکا تھا۔ غیر ملکی حکومت کے جلو میں عیسائی مشنری بھی برّصغیر میں پہنچے اور اس کے بعد مسلمانوں کے لیے ابتلاء کا ایک طویل اور صبر آزما دَور شروع ہو گیا۔

انگریزوں کے آلۂ کار

عیار انگریز اس بات سے آگاہ تھے کہ برصغیر کے مسلمان مذہب کے بارے میں بیحد حسّاس ہیں اور یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے انہیں متّحد کر کے ایک عظیم طاقت بنا دیا تھا۔ اس لیے انگریزوں نے سوچا کہ اگر کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کر کے ان کا شیرازہ بکھیر دیا جائے تو انہیں غلام بنانا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ انگریزوں کو مرزا غلام احمد میں وہ تمام خصوصیات مل گئیں جو مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے ضروری تھیں۔ یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں کہ مرزا غلام احمد انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے انگریزوں کے آلۂ کار تھے۔ مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس کیانی نے بھی ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے فسادات کے متعلق اپنی رپورٹ میں جو عام طور پر منیر رپورٹ کہلاتی ہے۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اپنی کتاب تبلیغ رسالت (جلد ۷ صفحہ ۱۰) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں۔

"اپنے بچپن سے لے کر موجودہ ساٹھ سال کی عمر تک میں بڑی سنجیدگی سے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ یہ کوشش کرتا رہا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے لیے محبت اور موانست کے جذبات پیدا ہوں۔ میں یہ بھی کوشش کرتا رہا ہوں کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف جہاد کا نظریہ ترک کر دیں۔"

شہادت القرآن میں وہ کہتے ہیں۔

"جیسا کہ میں بار بار کہتا رہا ہوں، اسلام کے دو جز ہیں، ایک تو یہ کہ خُدا کے حکم کی تعمیل کرو اور دوسرے یہ کہ حکومت کے وفادار رہو جو اپنے ساتھ امن لائی ہے اور جس نے ہمیں اس سرزمین کے ظالموں سے نجات دلائی ہے۔"

ایک اور مقام پر وہ کہتے ہیں:۔

"میں نے اردو، فارسی اور عربی میں کئی کتابیں دنیا کے ملکوں کو یہ بتانے کے لیئے لکھی ہیں کہ برطانیہ کے راج میں مسلمان بڑے اطمینان اور مسرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔"

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں۔

"میں یہ بات زور دے کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں صرف میرا فرقہ ایسا تھا جو برطانوی حکومت کا انتہائی وفادار اور اطاعت شعار رہا اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس سے برطانوی حکومت کو اپنا کام چلانے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو۔"

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں انہوں نے لکھا ہے۔"

"برطانوی حکومت احمدیوں کے لیے ایک نعمت اور ڈھال ہے اور صرف اسی کے سائے میں وہ پھل پھول سکتے ہیں ...... ہمارے مفادات اس حکومت کے تحت بالکل محفوظ ہیں..... جہاں جہاں برطانوی حکومت کے قدم پہنچے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نکل آتا ہے۔"

تبلیغ رسالت کی جلد نمبر ۶ میں وہ کہتے ہیں:

"میں اپنے عقیدے کی تبلیغ مدینہ، روم، شام، ایران یا کابل میں نہیں کر سکتا لیکن صرف اس (برطانوی) حکومت کے سائے میں کر سکتا ہوں، جس کی خوش حالی کے لیے ہمیشہ دُعا کرتا رہتا ہوں۔"

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے محض اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلانے کا کھُلا لائسنس حاصل کر لیا تھا۔ اپنی تحریروں میں انہوں نے خود اس بات کی شکایت کی ہے کہ انہیں برطانوی سامراج کا ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے۔

ان حالات سے بحث کے بعد جن کے تحت یہ (احمدی) تحریک پروان چڑھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کی ضروری شرائط کیا ہیں۔ امیر علی اپنی کتاب محمڈن لا میں لکھتے ہیں:

"کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا یا دوسرے لفظوں میں خُدا کی وحدت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور مسلم لاء کے تابع ہے۔"

ہر وہ شخص جو خُدا کی وحدت اور رسُول عربیؐ کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے۔ دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔

سر عبدالرحیم اپنی کتاب "محمڈن جورسپروڈنس" میں لکھتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ خُدائے واحد کی حاکمیّت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے۔ انہی آراء کا اظہار متعدد دوسری کتابوں میں کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مُسلمان ہونے کی شرائط سورۃ النساء میں درج کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ایمان والو تم اعتقاد رکھو اللہ پر اور اس کے رسُول پر جو اس نے اپنے رسُولؐ پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص

اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسُول کا اور روز قیامت کا تو وُہ شخص گمراہی میں بڑی دُور جا پڑا ؎

سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۶

قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت میں واضح طور پر سابق پیغمبروں، آسمانی صحیفوں اور رسُول پاکؐ اور ان کی کتاب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں کہیں بھی مستقبل کے پیغمبروں اور ان کی کتب کا حوالہ موجود نہیں۔ اس سے اس کے سوا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آخری کتاب ہے۔ یہی بات سورہ احزاب میں زیادہ زور دے کر کہی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"محمدؐ تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" (۳۳، ۴۰)

خود رسُول پاکؐ نے بھی کئی حدیثوں میں صورت حال کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

(الف) جب بنی اسرائیل میں کسی نبی کا انتقال ہُوا تو اُس کی جگہ دُوسرا نبی آ گیا۔ لیکن میرا کوئی جانشین نہیں ہوگا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (بخاری)

(ب) رسالت اور نبوت سلسلہ ختم ہو چکا ہے میرے بعد کوئی رسولؐ یا نبی نہیں آئے گا۔ (ترمذی)

(ج) میں آخری نبیؐ ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔

(ابن ماجہ)

قرآن پاک اور رسولؐ اکرم کے مندرجہ بالا ارشادات کے بعد یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ نے خود کو (نعوذ باللہ) پیغمبروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے ممدوح مرزا غلام احمد نے بھی اپنے پیغمبر نبی اور رسُول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں مدعا علیہ کے عقائد کا پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں جو اس کے بیان اور خطوط میں درج ہیں۔ احمدیوں اور مسلمانوں کے واضح اختلافات پر روشنی ڈالنے کے لیے مرزا غلام احمد کے نام نہاد انکشافات میں سے بعض کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

"ازالہ اوہام" میں وہ کہتے ہیں:

"مَیں وہ ہوں جس کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ

ایک اور جگہ انہوں نے کہا ہے:

"میں مسیح موعود ہوں"

"معیار الاخیار" میں صفحہ نمبر ا پر وہ کہتے ہیں۔

"میں مہدی ہوں اور کئی پیغمبروں سے برتر ہوں"

سیالکوٹ کی تقریر میں صفحہ ۳۳ پر وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

"میں مسلمانوں کے لیے مسیح اور مہدی ہوں اور ہندوؤں کے لیے کرشن"

"حقیقت الوحی" میں صفحہ ۳۹۱ پر وہ لکھتے ہیں:

"مَیں نبی ہوں۔ نبی کا نام صرف مجھی کو عطا کیا گیا ہے"

اسی کتاب میں صفحہ ۹۹ پر وہ کہتے ہیں:

"خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک۔ (اگر تم پیدا نہ ہوتے تو مَیں آسمان اور زمین تخلیق نہ کرتا)"

وُہ پھر کہتے ہیں:

"خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(خدا نے تمہیں زمین پر رحمت بنا کر بھیجا ہے)"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ پر وہ مزید کہتے ہیں:

"خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ:

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (یقیناً تم رسول ہو")

صفحہ ۳۹ پر وہ مزید کہتے ہیں:

"مجھے الہام ہُوا ہے جس میں کہا گیا ہے۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ (اے لوگو! دیکھو مَیں تم سب کے لئے رسول ہوں")

صفحہ ۱۷۹ پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

"کفر کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اسلام پر ہی یقین نہ رکھے اور رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر تصوّر نہ کرے۔ کفر کی ایک دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی شخص مسیح موعود پر ایمان نہ لائے اور اس کی صداقت کا قطعی ثبوت مل جانے کے باوجود اسے جعلساز قرار دے حالانکہ خدا اور اس کا رسول اس کی حقانیت کی گواہی دے چکے ہیں اور جس کے متعلق سابق پیغمبروں کے مقدس صحیفوں میں بھی تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ جو خدا اور اس کے پیغمبرؐ کا فرمان مسترد کرتا ہے وہ کافر ہے غور کیا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی زمرے میں آتے ہیں۔"

حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۶۳ پر وہ کہتے ہیں:

"جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے"

مرزا غلام احمد مزید کہتے ہیں:

"میرے ذریعے خدا نے اپنا چہرہ لوگوں کو دکھایا ہے۔ چنانچہ اے لوگو! جو رہنمائی کے طالب ہو اپنے تئیں میرے دروازے پر پہنچا دو۔"

"خدا نے مجھ پر منکشف کیا ہے کہ جو شخص میری پیروی نہیں کرتا اور میرے حلقے میں داخل نہیں ہوتا اور میرا مخالف رہتا ہے وہ خدا اور رسولؐ کا باغی تصوّر کیا جائے گا اور جہنم کا مستحق ہوگا۔"

"خدا نے مجھ سے کلام کیا ہے اس دور میں خدا کے خلاف حسد پچھلے سارے زمانوں سے زیادہ پھیل گیا ہے۔ کیونکہ مذکورہ رسولؐ کی اہمیت اب بہت کم ہو گئی ہے اس لئے خدا نے مسیح موعود کے طور پر مجھے بھیجا ہے۔"

حقیقت الوحی میں ص۱۶۳ پر وہ کہتے ہیں:

"جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔"

انہوں نے ایک اور جگہ اپنے خیالات کا اظہار یوں فرمایا ہے:

"مَیں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جسے پیغمبر اعظم نے نبی اللہ قرار دیا ہے۔"

"مَیں اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق نبی ہوں۔ اور اس حقیقت سے انکار گناہ ہے۔ مَیں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں جب خداوند تعالیٰ نے خود نبوّت کا منصب مجھے عطا کیا ہے۔ مَیں اپنی زندگی کے آخری سانس تک اس یقین پر قائم رہوں گا۔"

"خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ اے احمد! ہم نے تمہیں نبی بنایا ہے۔"

"مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھوں میں میری زندگی ہے کہ اس نے خود مجھے بھیجا ہے اور اس نے خود مجھے نبی بنایا ہے۔"

"خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس تک میرا پیغام پہنچے اور وہ مجھے قبول نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔"

"اب یہ خدا کی مرضی ہے کہ مسلمانوں میں سے جو مجھ سے دور رہیں انہیں تباہ کر دیا جائے گا۔ خواہ وہ بادشاہ ہوں یا رعایا۔ مَیں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ وہ انکشاف ہے جو خدا نے مجھ سے کیا ہے۔"

"فتاویٰ احمدیہ" (جلد ۱ صفحہ ۱۸) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

"ان لوگوں کے پیچھے نماز مت پڑھو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔"

اس کی دوسری جلد کے ص۷ پر وُہ لکھتے ہیں:

"اپنی بیٹیاں ان لوگوں کے نکاح میں نہ دو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔"

انوارِ خلافت میں ص۸۹ پر وہ لکھتے ہیں:

"کسی ایسے شخص کی نماز جنازہ مت پڑھو جو مسیح موعود پر ایمان نہیں رکھتا۔"

"انجام آتھم" (ضمیمہ) میں وہ کہتے ہیں:

"یسوع مسیح کی تین نانیاں اور تین دادیاں طوائف تھیں۔"

"تذکرہ شہادتین" میں ص۶۴ پر مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

"وہ وقت آنے والا ہے بلکہ آ پہنچا ہے جب یہ واحد مذہب ہوگا جس کی سب پیروی کریں گے خدا اس مذہب اور اس تحریک پر اپنی غیر معمولی رحمتیں نازل فرمائے گا اور ہر اس شخص کو ختم کر دیگا جو اس کے خلاف معاندانہ عزائم رکھتا ہے۔ روئے زمین پر صرف ایک مذہب اور ایک رہنما باقی رہ جائے گا۔ مَیں صرف بیج بونے کے لئے آیا ہوں اور مَیں اپنا کام کر چکا ہوں۔ یہ بیج اب بڑھ کر درخت بنے گا اور پھل لائے گا اور کوئی اس کی نمو کو روک نہیں سکے گا۔"

"تحفہ گولڑیہ" میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

"وقت آنے والا ہے بلکہ آپہنچا ہے جب یہ تحریک عالمگیر بن جائے گی۔ اور اسلام اور احمدیت ایک دوسرے کے مترادف بن جائیں گے۔ یہ خدا کی طرف سے انکشاف ہے جس کے لئے کوئی بھی چیز ناممکن نہیں"۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، بائبل، دانیال اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں لفظ "پیغمبر" کا اطلاق مجھ پر ہوتا ہے"۔

"دفع البلا" میں صفحہ ۱۳ پر وہ کہتے ہیں؛

"میں امام حسینؓ سے برتر ہوں"۔

"آئینہ کمالات" میں (ڈائجسٹ ۵۶۴) وہ کہتے ہیں؛

"میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے۔ اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے"۔

"الفضل" میں ایک مقام پر وہ کہتے ہیں؛

"جو شخص موسیٰؑ پر یقین رکھتا ہے لیکن عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا جو عیسیٰؑ پر یقین رکھتا ہے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں مانتا یا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یقین رکھتا ہے لیکن مسیح موعود کو نہیں مانتا یقیناً وہ نہ صرف کافر ہے بلکہ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہے"۔

مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد دونوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایک بالکل مختلف تصور پیش کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کے یکسر منافی ہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیمات سے متصادم ہے —— مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا لیکن ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ صلیب سے زندہ آئے اور کشمیر چلے گئے جہاں ان کی طبعی موت واقع ہو گئی۔ مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے دوسرے مشن کی تکمیل یوں نہیں ہو گی کہ وہ شخصی طور پر دنیا میں آئیں گے بلکہ ان کی روح ایک دوسرے شخص کے جسم میں حلول کر جائے گی اور حضرت عیسیٰؑ کا یہ دوسرا روپ مرزا غلام احمد خود ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں اس بارے میں بالکل مختلف بات کہی گئی ہے۔

سورۃ الزخرف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

ترجمہ: "اور جب مریمؑ کے بیٹے کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تو لوگ ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہ ہمارے خداؤں سے بہتر ہے؟ وہ اعتراض کسی دلیل یا بحث کے لئے نہیں کرتے بلکہ صرف شرارت سے ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ جھگڑالو ہیں۔ اس کی حیثیت ایک بندے سے زیادہ کچھ نہیں جس پر ہم نے اپنی رحمت نازل کی۔ اور کھڑا کیا بنی اسرائیل کے واسطے (نمونہ) اور اگر ہم چاہیں تو نکالیں تم میں سے فرشتے جو زمین پر تمہاری جگہ بستے اور وہ نشان ہے اس گھڑی (قیامت) کا۔ سو اس میں شک نہ کرو اور میرا کہا مانو، یہ ایک سیدھی راہ ہے۔ (۴۳: ۵۷، ۶۱)

آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ترجمہ: اے عیسیٰ، میں تجھ کو پورا کروں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو اوپر منکروں کے قیامت کے دن تک پھر میری طرف تم کو پھرنا ہے پھر فیصلہ کردوں گا تم میں اس بات میں کہ تم جھگڑتے تھے"۔

النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: اور ان کے کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو، جو رسول تھا اللہ کا اور نہ اس کو مارا ہے۔ اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں۔ وہ اس جگہ شبہے میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر۔ مگر اٹکل پر چلتے ہیں۔ اور اس کو مارا نہیں بیشک۔ بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا"۔

(۴: ۱۵۷-۱۵۸)

مندرجہ بالا سے یہ بات واضح ہے کہ احمدیوں اور مسلمانوں میں محض فلسفیانہ اختلافات ہی نہیں، اے آئی آر ۱۹۲۳ مدراس ۱۷، ابھی میرے سامنے فریقین کے فاضل وکلاء نے پیش کی ہے جس میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے اختلافات سے بحث کی گئی ہے لیگل اتھارٹی کے پورے احترام کے ساتھ میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نہ صرف یہ کہ بنیادی، نظریاتی اختلاف موجود ہے بلکہ ان میں عقیدے اور اعلان نبوت کے بارے میں بھی اختلافات موجود ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول، قرآن پاک کی آیات کو مسخ کرنا۔ میری رائے میں کسی شخص کو بھی مرتد قرار دینے کے لئے کافی ہیں۔ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد کے عقائد کا جائزہ لینے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس مقصد کے لئے ایک طرف دشنام طرازی کا سہارا لیا ہے تو دوسری طرف بڑی فنکاری سے ناخواندہ اور کم علم لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ بہت بڑا گناہ ہے ہز لارڈ شپ مسٹر جسٹس دلال نے کالی چرن در مابنام شہنشاہ کے مقدمہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

"اس مقدمہ میں میں معاملات کو ایک ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک قصبے کے ایک عام شہری کی حیثیت سے بھی دیکھتا ہوں میں خود کو ایک مسلمان کی جگہ رکھتا ہوں۔ جو اپنے پیغمبرؐ کی عزت و آبرو کا احترام کرتا ہے۔ اور پھر میں سوچتا ہوں کہ میرے جذبات اس ہندو کے بارے میں کیا ہوں گے جو اس پیغمبر کا مذاق اڑاتا ہے اور وہ یہ کام اس لئے نہیں کرتا کہ وہ شکی ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسے پروپیگنڈے سے متاثر ہے جو ان لوگوں نے شروع کیا ہے جو مسلمان نہیں۔ ایسی صورت میں میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے اسی نفرت کا مظاہرہ کروں گا۔ جو مصنف کے طبقے سے مخصوص ہے۔

(اے آئی آر ۱۹۲۷۔ اے ایل ایل ۶۵۴)

جیسا کہ میں نے پہلے وضاحت کی ہے، مدعا علیہ نے خود کو نعوذ باللہ پیغمبران کرام کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے ممدوح مرزا غلام احمد بھی یہ اعلان کر چکے ہیں کہ وہ پیغمبر، نبی اور رسول ہیں، مزید برآں مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰؑ کی دادیوں اور نانیوں کے خلاف غیر شائستہ زبان استعمال کی ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ آنحضرت صلعم اور ان کے صحابہؓ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں، اس سلسلے میں مرزا غلام احمد کے مندرجہ بالا نام نہاد انکشافات کے حوالے کے علاوہ "ملفوظات احمدیہ" میں ان کی تحریروں کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے رسولؐ پاک کی اس سے زیادہ اور کوئی توہین نہیں ہو سکتی۔ کہ مرزا غلام احمد جیسا شخص یا مدعا علیہ یا کوئی اور خود کو پیغمبران کرام کی صف میں کھڑا کرنے کی جسارت کرے، کوئی مسلمان کسی شخص کی طرف سے ایسا دعویٰ برداشت نہیں کر سکتا، اور نہ قرآن و حدیث سے اس طرح کے دعوے کی تائید لائی جا سکتی ہے،

مرزا غلام احمد نے دانستہ طور پر قرآن پاک کی آیات خود سے منسوب کی ہیں۔ اور انہیں خود ساختہ معنی اپنائے ہیں۔ تاکہ وہ دوسروں کو گمراہ کر سکیں اور یہ بے خبر اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایسی سنگین غلط بیانی ہے جو جان بوجھ کر روا رکھی گئی اور جو اسلام کی نظر میں گناہ کبیرہ ہے

احمدیوں نے ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء کے الفضل میں دعویٰ کیا ہے کہ

"کوئی شخص بھی کسی بھی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے یہاں تک کہ وہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے نکل سکتا ہے"۔

۱۴ جون ۱۹۴۵ء کے الفضل میں احمدیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ

"جس نے مسیح کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کا مرتبہ وہی ہو گا جو صحابہؓ رسول کا تھا"۔

"ملفوظات احمدیہ" میں ایک جگہ یہ کہا گیا ہے کہ

"تمہارے درمیان ایک زندہ علی موجود ہے اور تم اسے چھوڑ کر مردہ علی کو تلاش کر رہے ہو"۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد نے اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں کیونکہ یہ لوگ کافر ہیں،

شیخ الاسلام حضرت تقی الدین نے کہا ہے کہ

"جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کلمہ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کو کافر قرار نہیں دے سکتا، ایسا شخص ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور اسے کسی مسلمان عورت سے شادی کی اجازت نہیں دی جا سکتی"۔ (الطبقات الکبریٰ)

پیغمبران کرام کے بارے میں غیر شائستہ زبان کا استعمال ہی کسی کے ارتداد کے رجحان کی ..... غمازی کرنے کے لئے کافی ہے (۴۱۔ پی آر ۱۸۹۱) مسلم لاء کی تشکیل کے ابتدائی دور میں ارتداد تحقیری بہت بڑا گناہ تھا، جس کی سزا موت ہوتی تھی جلد دوم کے صفحہ ۴۸ پر کہتا ہے "اگر میاں بیوی میں سے ایک بھی ارتداد کا مرتکب ہو تو ان کی شادی جو اسلامی شادی تھی فوری طور پر فسخ ہو جائے گی، اور انہیں لازمی طور پر ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑے گا"۔ مگر مرزا غلام احمد جیسا کہ میں قبل ازیں بتا چکا ہوں، اسلام کی تعلیمات کے علی الرغم اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں کیونکہ وہ کافر ہیں۔

علامہ اقبال کا مشورہ :-

اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ احمدی مسلمانوں سے الگ مذہب کے پیرو ہیں اور علامہ اقبال نے اس وقت کی حکومتِ ہند کو بالکل درست مشورہ دیا تھا کہ اس (طبقے) احمدیوں) کو مسلمانوں سے یکسر مختلف تصور کیا جائے اور اگر انہیں علیحدہ حیثیت دی گئی تو مسلمان ان کے ساتھ اسی رواداری سے پیش آئیں گے، جس کا مظاہرہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدیوں کو احمدی کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ مدینہ کے منشور میں جسے اسلامی پالیسی کا میگنا کارٹا قرار دیا جا سکتا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو اجازت دی ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں، اور اس سلسلے میں کبھی کوئی جبر روا نہیں رکھا گیا، لیکن ایک الگ طبقے کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق احمدیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے پرنسنل لاز میں مداخلت کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ احمدیوں کو بھی صرف اس لئے اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے اپنے اوپر احمدی مسلم کا لیبل لگا رکھا ہے

اُمتی نبی کا تصور :-

مرزا غلام احمد یا مدعا علیہ کا نام نہاد نبوت پر ایمان حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی کھلی تنقیص ہے جس کی وضاحت خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں کر دی ہے، مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد نے امتی نبی یا رسول یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے اس کی کوئی سند قرآن اور حدیث سے نہیں ملتی۔ اور نہ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد کے تصور کی تائید کسی اور ذریعہ سے ہوتی ہے۔ امتی نبی کا تصور غیر اسلامی ہے اور یہ مرزا غلام احمد اور مدعا علیہ کی من گھڑت تصنیف ہے قرآن یا حدیث میں کہیں ایسی کوئی بات نہیں ملتی، جس سے یہ بات ظاہر ہو کہ اسلام اُمتی نبی پر یقین رکھتا ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باب ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے اور حدیث رسول کی موجودگی میں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں آئے گا!

اسلام کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک بار پھر دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے امتی کی حیثیت سے ظاہر ہوں گے، یسوع مسیح کوئی نئی امت تخلیق نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت کی پیروی کریں گے، میرے سامنے انحضرت صلعم کی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں رسول پاک نے فرمایا ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے" رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اور دوسری احادیث واضح طور پر یہ بات ظاہر کرتی ہیں۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے مدعا علیہ اور اور مرزا غلام احمد نے اُمتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ سراسر غیر اسلامی اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کے منافی ہے، نیز مسلمانوں کے اجماع سے بھی متصادم ہے

مرزا غلام احمد نے بروزی نبی ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے علامہ اقبال نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اسے مجوسیوں کا عقیدہ قرار دیا ہے، علامہ کی تحریر سے ہمیں بروزی نبی کے تصور کی حقیقت سمجھنے میں مدد ملے گی اس لئے میں اس بحث کے متعلقہ حصے فیصلے میں شامل کرنا پسند کرونگا۔

احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کا نظریہ

ختم نبوت کے تصور کی تہذیبی قدر وقیمت کی توضیح میں نے کسی اور جگہ کر دی ہے، اس کے معنی بالکل سلیس ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایسا قانون عطا کر کے جو ضمیر انسانی کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے، آزادی کا راستہ دکھایا ہے، کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نیاز خم نہ کیا جائے، دینیاتی نقطہ نظر کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو، جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریکِ احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا، لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں، خود بانیٔ احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لئے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو سکے۔ تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی خود اپنی نبوت پیش کرتا ہے، لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے، "یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ" محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں، "میں آخری نبی ہوں"۔ اس امر کے سمجھنے کی بجائے کہ ختم نبوت کا اسلامی تصور نوع انسانی کی تاریخ میں بالعموم اور ایشیا کی تاریخ میں بالخصوص کیا تہذیبی قدر رکھتا ہے بانیٔ احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا، خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے، جب میں بانیٔ احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعوئے نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے نبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے اسی طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے

"اس کا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر اسلام کا بروز ہوں" اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس کا خاتم النبیین ہونا؛ دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ہے، پس یہ نقطہ نظر پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کو مسترد نہیں کرتا، اپنی ختم نبوت کو پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کے مماثل قرار دے کر بانیٔ احمدیت نے ختم نبوت کے روحانی مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہر حال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بروز کا لفظ مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا کیونکہ بروز ہمیشہ اس شے سے الگ ہوتا ہے جس کا بروز ہوتا ہے صرف اوتار کے معنوں میں بروز اور اس کی اصل شے میں عینیت پائی جاتی ہے، پس اگر ہم بروز سے "روحانی صفات کی مشابہت" مراد لیں تو یہ دلیل بے اثر رہتی ہے، اگر اس کے برعکس اس لفظ کے عبرانی مفہوم میں اصل شے کا اوتار مُراد لیں تو یہ دلیل بظاہر قابل قبول ہوتی ہے، لیکن اس خیال کا موجد مجوسی بھیس میں نظر آتا ہے۔"

حرف اقبال مولفہ لطیف احمد شیروانی صفحات (۱۴۳ تا ۱۴۴)

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام میں اُمتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے پیروؤں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد نے شریعت محمدی سے انحراف کر کے اپنے ماننے والوں کے لیے ایک نئی شریعت وضع کی ہے۔ مسیح موعود کے بارے میں بھی ان کا تصور اسلامی نہیں ہے مسیحؑ کے صحیح اسلامی تصور کے مطابق وہ آسمان سے نازل ہونگے۔ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسیحؑ جب دوبارہ ظہور فرمائیں گے تو وہ دوسرا جنم نہیں لیں گے اسی طرح اس بارے میں مرزا غلام احمد کا دعویٰ بھی باطل قرار پاتا ہے۔

جہاد کے بارے میں بھی ان کا نظریہ مسلمانوں کے عقیدے سے بالکل مختلف ہے مرزا غلام احمد کے مطابق اب جہاد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ کہ مہدیؑ اور مسیحؑ کی حیثیت سے انہیں تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کی نفی ہو گئی۔ ان کا یہ نظریہ قرآن پاک کی ۲۲ ویں سورۃ، آیت ۳۹، ۴۰) اور دوسری سورۃ، آیت ۱۹۰ - ۱۹۴ ویں سورۃ، آیت ۸ چوتھی سورۃ آیت ۷۴ - ۷۵ - نویں سورہ آیت ۱۵ اور سورہ ۲۵ آیت ۵۲ کے برعکس اور منافی ہے۔ مندرجہ بالا امور کے پیش نظر میں یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ مدعا علیہ اور ان کے ممدوح مرزا غلام احمد نبوت کے جھوٹے مدعی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات وصول کرنے کے متعلق ان کے دعوے بھی باطل اور مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدے کے منافی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

مسلمانوں میں اس بارے میں بھی اجماع ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اور اگر کوئی اس کے برعکس یقین رکھتا ہے تو وہ صریحاً کافر اور مرتد ہے۔

مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیاتِ مقدسہ کو بھی توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور شریعتِ محمدی میں تحریف کی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ نیز مرزا غلام احمد اور ان کی نبوت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے بلا کسی تردد کے غیر مسلم اور مرتد قرار

باقی صفحہ ۱۴ پر

بحث ومذاکرہ

دوسری قسط

ملکیتِ زمین اسلام کی نظر میں

کیا ملکیتِ زمین کی حد بندی جائز ہے؟

مولانا مفتی عبداللطیف قاسم العلوم فقیر والی

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی اپنی تفسیر ماجدی میں رقمطراز ہیں کہ:-

"آیت سے اس حقیقت پر پوری طرح روشنی پڑ گئی کہ مال و دولت میں عدم مساوات فطری و طبعی ہے اور تقسیم دولت میں مساوات کا دعویٰ بجائے خود بے بنیاد اور خلافِ فطرت ہے۔ فقہاء و مفسرین نے آیت سے مالک اور غلام کے درمیان نفیٔ مساوات صراحت کے ساتھ نکالی ہے۔"

ابوبکر جصاص اپنی تفسیر احکام القرآن ص ۲۲۹ ج ۳ میں فرماتے ہیں قال ابوبکر قد تضمنت الایۃ انتفاء المساوات بین المولیٰ وعبدہ فی الملک — یعنی یہ آیت آقا و غلام کے درمیان نفیٔ مساوات پر متضمن ہے۔ ان تراجم اور تشریحی نوٹوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ جملہ فھم فیہ سواء میں برابری کی نفی مقصود ہے اور ترجمہ "حالانکہ ان سب کا برابر کا حصّہ ہے" برابری ثابت کرتا ہے جو کہ مقصود آیت کے بالکل الٹ ہے۔ لہٰذا یہ ترجمہ کرنا صحیح نہیں۔

۳- جملہ "فھم فیہ سواء" کو اگر حال بنایا جائے جیسا کہ مقالہ نویس نے نقل کیا ہے تو آخر حصّۂ کلام اوّل حصّۂ کلام کے مناقض و منافی ہو جائے گا۔ کیونکہ اوّل حصّۂ کلام یعنی واللہ فضّل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق چاہتا ہے رزق میں بایکدیگر امتیاز کو اور آخر حصّۂ کلام میں فھم فیہ سواء بصورت حال چاہتا ہے عدمِ امتیاز فی الرزق کو، حالانکہ امتیاز و عدمِ امتیاز فی الرزق آپس میں متضاد و متناقض ہیں اور اس قسم کا متناقض کلام کسی ادنیٰ انسان کا بھی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اس ذات کا کلام ایسا متناقض ہو جو قادرِ مطلق ہے اور جس نے تمام جن و انس کو علیٰ رؤس الاشہاد اس کی مثل لانے کی تحدی کر رکھی ہے۔

۴- محترم مقالہ نویس تمام اسباب و اموال میں مساوات کے قائل نہیں ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ "کسب کے ذریعہ لوگ مختلف الاستعداد ہیں آمدنی کا تفاوت ضرور ہو گا۔ بلکہ صرف زمین میں مساوات کے قائل ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ہاں زمین اللہ کی پیداوار ہے اور رزق کا قدرتی سبب ہے اس میں برابری ہونی چاہیئے۔ قرآن کریم میں تو زمین میں مساوات کا ذکر تک بھی نہیں۔ یہ آپ نے "فھم فیہ سواء" کا غلط ترجمہ کر کے اس طرح دلیل قائم کی ہے۔ کہ اس آیت سے معلوم ہُوا کہ لوگ رزق میں برابر کے حصّہ دار ہیں۔ اور چونکہ زمین رزق کا قدرتی سبب ہے اور ہر قدرتی سببِ رزق میں تمام لوگ برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا زمین میں تمام لوگ شریک ہوں گے۔

یہ آپ کی دلیل اس وقت صحیح ہوتی جب آپ تمام اسباب رزق میں تمام لوگوں کو برابر کے شریک تسلیم کرتے حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں چنانچہ چوپاؤں بیلوں یا موجودہ دَور کے آلاتِ کشاورزی میں آپ مساوات کے قائل نہیں یعنی اگر "فھم فیہ سواء" میں اسبابِ رزق میں مساوات مراد ہے تو تمام اسبابِ رزق میں مساوات ہونی چاہیئے ورنہ بعض کی تخصیص کی دلیل کیا ہے۔

۵- اگر آیت کریمہ مذکورہ کا منشاء و مطلب وہی ہوتا جو مقالہ نویس نے مراد لیا ہے کہ زائد از قدرِ کاشت زمین کو دوسرے لوگوں کو (جن کے پاس ضرورت کے مطابق زمین نہیں ہے) دینا ضروری ہے۔ کیونکہ زمین میں سب انسان مساوی حقوق رکھتے ہیں تو قرآن کریم کے کے مخاطب اوّل جو تمام کائنات سے زیادہ بہتر کلام الٰہی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ ضرور زائد از قدرِ کاشت اراضی کو جبراً و حکماً لے کر مستحقین کو دے دیتے۔ لیکن آپ نے ایسے نہیں کیا بلکہ زائد از قدرِ کاشت زمین کو بٹے اور بٹائی پر دینے کی اجازت دی تھی جیسا کہ مسلم و بخاری وغیرہ کتب حدیث میں مصرحًا مذکور ہے۔ بخاری صفحہ ۳۱۳ جلد ۱۔ اور مسلم شریف ص۱۳ جلد ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

ان پانچ وجوہ مذکور کی بناء پر معلوم ہُوا کہ مقالہ نویس کا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے صحیح نہیں۔

حدیث سے استدلال کا جواب

مقالہ نویس نے حدیث سے استدلال سے پہلے فرمایا کہ "قرآن کا اصول اسلام کے معاملہ میں حرفِ آخر ہے۔ لیکن بعض لوگ اسی معاملہ میں تصدیق و توثیق کے لئے حدیث ضروری سمجھتے ہیں" بے شک قرآن کریم اصول کے معاملہ میں حرفِ آخر ہے۔ لیکن قرآن کے بیان کردہ اصول و قواعد کی وہی تشریح مسلم و معتبر ہو گی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے بعد صحابہ کرام رض نے کی ہو ورنہ ہر شخص قرآن کریم کے الفاظ کو اپنی خواہش کے مطابق معانی کا لباس پہنا کر اسلام اور اصول اسلام کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دے گا۔ جس سے شیرازۂ امّت بکھر کے رہ جائے گا۔ حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ سب سے پہلے خوارج نے لگا کر ایک ایسے فتنے کا دروازہ کھولا جو قیامت تک بند ہوتا نظر نہیں آتا۔

ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے حضرت عرباض بن ساریہ سے ایک

طویل حدیث روایت کی ہے جس میں
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: فانہ
من یعش منکم بعدی فسیری
اختلافاً کثیراً ۔ فعلیکم بسنتی
و سنۃ خلفاء الراشدین
المھدیین ۔ تمسکوا بھا و عضوا
علیھا بالنواجذ یعنی تم میں سے
جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو
وہ اختلافاتِ کثیرہ دیکھے گا اس وقت
(تمہارے ذہن اور تشتت سے بچاؤ
کی واحد صورت یہی ہے) کہ میری اور
میرے بعد میرے خلفاء کی سنت کو
نہایت مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ کسی
بھی صورت میں میری اور خلفاء راشدین
کی سنت تم سے چھوٹنے نہ پائے ۔

حضرت مقدام بن معدیکرب سے ابوداؤد
ابن ماجہ اور دارمی نے روایت نقل
کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا۔ الا انی اوتیت القرآن و
مثلہ معہ الخ یعنی یہ اچھی طرح یاد
رکھو کہ مجھے قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی
طرف سے وحی (متلو) کیا گیا ہے اور
قرآن کی مثل بلکہ اس سے بھی زیادہ
اشیاء (بطور وحی غیر متلو) دیا گیا ہوں۔
پھر اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔
کہ یاد رکھو (میری امت میں) ایسے
منکبر دولت مند بھی آئیں گے جو یہ کہیں گے
کہ علیکم بھذا القرآن فما وجدتم
فیہ من حلال فاحلوہ وما
وجدتم فیہ من حرام فحرموہ۔
الخ۔ یعنی قرآن پر ہی عمل کرنا ضروری
ہے۔ اس کے حلال و حرام کو حلال و
حرام سمجھو۔ ایسے لوگوں پر تردید کرتے
ہوئے آپ نے فرمایا۔ وان ما حرم
رسول اللہ کما حرم اللہ۔ کہ حالانکہ
جو چیز رسول اللہ (علیہ السلام) نے
حرام فرمائی ہے وہ اسی طرح حرام
ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام
فرمائی ہے۔

مسطورہ بالا احادیث اور دیگر
احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہوا کہ مطالب
معانی کتاب اللہ کی وہی تشریح و توجیہ
معتبر ہوگی جو حضور علیہ السلام اور آپ
کے بعد صحابہ کرامؓ نے کی ہو۔ لہٰذا
مطالب و معانی قرآن کی تصدیق و توثیق
کے لئے حدیث کی توثیق و تصدیق ضروری
ہے۔ حالانکہ صاحب مقالہ کی مسطورہ بالا
کلام سے یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ مطالب
معانی کتاب اللہ کی توثیق و تصدیق کے
لئے حدیث کوئی خاص ضروری چیز نہیں
جس کو بعض لوگ ضروری سمجھنے لگ
گئے ہیں۔

آمدم برسر مطلب

صاحبِ مقالہ نے جو حدیث اپنے
دعویٰ کے ثبوت کے لئے بطور دلیل
پیش فرمائی ہے۔ اس سے بھی ان کا
دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ

(الف) یہ حدیث ان کے دعویٰ کے
خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ
حضور علیہ السلام نے اس پیش کردہ حدیث
میں فرمایا۔ فلیمسکھا۔ جس کے معنی یہ
ہیں کہ اگر کوئی شخص زمین کو نہ کاشت
کرے نہ ہی کسی دوسرے کو زرعی مفاد
کے لئے دے تو اس کو اپنے پاس
روکے رکھے۔ اگر جناب کا بیان کردہ
اصول ہی قرآن و سنت کا اصول ہوتا
تو حضور علیہ السلام زمین کو روکے رکھنے
کی کسی بھی درجے میں اجازت نہ دیتے۔
بلکہ جبراً لے کر حوالے کر دیتے۔ زکوٰۃ
فرض ہے کیا اس کے نہ ادا کرنے کی
بھی کبھی آپ نے اجازت دی ہے۔
بلکہ آپ کے وصال کے بعد بعض اہل
عرب کے انکارِ زکوٰۃ پر حضرت صدیق اکبرؓ
نے ان کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا۔
کوئی چیز ہو تو فرض لیکن نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اس پر عمل نہ کرنے والوں
پر محض خفیف سی ناپسندیدگی کا اظہار
فرما دیں یہ نہیں ہو سکتا۔

(ب) زائد از قدرِ کاشت زمین
کو کسی دوسرے مستحق کو منافع حاصل
کرنے کے لئے دینے کی آپ نے
صرف ترغیب دی اور اجر کا وعدہ
فرمایا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں ۔
لان یمنح اخاہ خیرلہ۔ اس میں
خیر کا لفظ ہے جو چاہتا ہے کہ یہ
عطا بخوشی و رضا ہونی چاہیئے تاکہ
اجر و ثواب کا موجب ہو۔ قانونی
جبر سے نہیں ہونا چاہیئے۔ اس حدیث
کا لفظ "یمنح" بھی اسی کی طرف
رہنمائی کرتا ہے کیونکہ "منیحہ" اس
جانور کو کہتے ہیں جو ثواب کی نیت
سے کسی محتاج کو سواری یا دودھ
کے لئے دیا جائے تو جیسے سواری
یا دودھ کے لئے جانور دینا کوئی
قانونی اور جبری حکم نہیں اسی طرح
زمین کو بھی کسی دوسرے کو منافع
کے لئے دینا قانونی حکم نہیں صرف
ترغیباً فرمایا گیا ہے اور پھر لفظ "یمنح"
آپ کے مقصود کے خلاف پر دلالت
کرتا ہے کیونکہ "منیحہ" میں دینے والا
خود مالک ہوتا ہے جس کو وہ جانور
دیا گیا ہے وہ اس کا مالک نہیں
ہوتا۔ نہ ہی مالکانہ تصرف کا مجاز
ہے۔ صرف منافع حاصل کرنے کا مجاز
ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کا
قانونِ ملکیتِ زمین چند مستثنیات کو
چھوڑ کر قطعی طور پر کاشتکار کی ملکیت
کے اصول پر مبنی ہے جس کا تقاضا
یہ ہے کہ کاشتکار مالک ہو جاتے۔

(ج) صحابہ کرامؓ چونکہ انسانیت کے
بلند ترین مقام پر فائز اور مروت و
احسان کے پتلے تھے۔ جن کی عظمتِ
شان کے مناسب زائد از قدرِ کاشت
زمین کو کسی دوسرے مستحق کو بلا معاوضہ
دینا تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ السلام نے
"ان یمنح اخاہ احدکم خیرلہ من
ان یاخذ علیہ اجراً۔ فرمایا اور
اس عظمت شان و رفعتِ منزلت کی
وجہ سے "امسکھا" (اسے روکے رکھو)
میں خفیف سی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا
لیکن حسنات الابرار سیئات المقربین کے
تحت فرمایا گیا ہے کوئی قانون نہیں۔
جیسے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو
فرمایا گیا کہ لا تشرک باللہ وان
قطعت او حرقت۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، خواہ
تجھے اس کی پاداش میں ٹکڑے ٹکڑے
ہونے اور آگ میں جل جانے کا یقین
ہی کیوں نہ ہو۔ یہ فرمان قانوناً نہیں بلکہ
عظمتِ شان کی وجہ سے تھا ورنہ قانون
تو قرآن کریم نے بیان فرما دیا ہے کہ
الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان
یعنی جان جانے کے خطرہ کے وقت
زبان سے کلمہ کفر کہنا مباح ہو جاتا
ہے تو جس طرح حضرت معاذؓ کو
ان کی عظمتِ شان و رفعتِ منزلت
کی وجہ سے فرمایا گیا۔ اسی طرح یہاں
بھی صحابہ کرام کی عظمتِ شان کی وجہ
سے صرف ترغیباً فرمایا گیا ہے۔ اسی
لئے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا
کہ لم ینہ عنہ انما قال ان

بمنح اخاہ خیر لہ۔ یعنی حضور علیہ السلام نے زائد از کاشت زمین رکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی صرف ترغیب دی ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور و معروف اور معتبر کتاب "المبسوط" میں امام سرخسی تحریر فرماتے ہیں والمراد ھھنا الانتداب الی ما ھو من مکارم الاخلاق بان یمنح الارض غیرہ اذا استغنی عن زراعتھا المبسوط صـ۱۲ ج ۲۳۔ یعنی اس حدیث مذکور میں مکارم اخلاق کے پیش نظر "استحباباً" فرمایا گیا ہے کہ زائد از قدر کاشت زمین کسی دوسرے کو دے دے۔ تو معلوم ہوا کہ زائد زمین کو دوسرے کو کسی منافع کے لئے دینے کا حکم استحبابی ہے اور قانون یہ ہے کہ استحباب سے تنزل اباحت ہے کراہت نہیں۔ لفظ بھی اسی کی طرف نشاندہی کرتا ہے کہ زائد زمین کو بلامعاوضہ دینا افضل و اولیٰ ہے۔ نہ دینا بھی بلاکراہت جائز ہے۔ دیکھئے غلام کا مفت آزاد کرنا شرعاً نہایت ہی مستحسن فعل ہے جس کی شارع علیہ السلام بہت سی ترغیبات بیان فرماتے ہیں۔ لیکن مناسب معاوضہ لے کر آزاد کرنا بھی بلاکراہت جائز ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا فرمان ہے وَ کاتبوھم اِن علمتم فیھم خیرًا۔ یعنی غلاموں سے مناسب معاوضہ لے کر آزاد کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔

تو جیسے غلاموں والے معاملے میں استحباب پر عمل کرنا یعنی باخذ معاوضہ آزاد کرنا کراہت کو نہیں چاہتا اسی طرح بلامعاوضہ کسی کو زائد زمین نہ دینا کراہت کو نہیں چاہتا۔

(د) اگر مزارعت پر زمین کو دینا مکروہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ مزارعت پر کیوں دیتے حالانکہ امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری صـ۳۱۳ ج ۱ پر روایت نقل فرماتے ہیں کہ ما بالمدینۃ اھل بیت ھجرۃ الا ویزرعون علی الثلث والربع۔ یعنی مدینہ منورہ میں تمام مہاجرین ثلث یا ربع حصہ پر مزارعت کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد بخاریؒ نے مزارعت کرنے والوں کے نام گنوائے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز، حضرت قاسم بن محمد، حضرت عروہ بن زبیر رحمہم اللہ ان کے علاوہ اور بھی حضرات کے نام ذکر فرماتے ہیں جو مزارعت کیا کرتے تھے۔

(ھ) امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا ہے کہ مزارعت سے نہی والی روایات شروط فاسدہ پر محمول ہیں۔ چنانچہ امام موصوف نے باب مایکرہ من الشروط فی المزارعۃ۔ باندھ کر اس میں شروط فاسدہ کی وجہ سے ممانعت کی روایت نقل فرمائی ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں شروع باب میں تو مزارعت سے نہی والی روایات ذکر فرمائیں۔ لیکن آخر میں وہ روایات لائے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممانعت والی روایات شروطِ فاسدہ پر مبنی ہیں۔ اگر شروطِ فاسدہ نہ ہوں تو نفس مزارعت جائز ہے۔ کیونکہ صاحبِ مسلم کا طریق کار یہ ہے کہ شروع باب میں مطلق، مجمل، مشکل، منسوخ روایات کو اور اخیر باب میں ان کی تقلیید و تفسیر کرنے والی روایات ذکر کرتے ہیں۔ نخبۃ الفکر صـ۳۵ پر لفظ احسن ترتیباً پر حاشیہ میں ہے فانہ یبدء بالمجمل والمشکل والمنسوخ والمعنعن والمبھم ثم یردف بالمبین والناسخ والمصرح والمعین والمنسوخ الخ۔ اس لئے صاحبِ مسلم نے اخیر باب میں حضرت رافع بن خدیج کی وہ روایات ذکر فرمائیں جن میں یہی ہے کہ صرف شروط فاسدہ کی وجہ سے ممانعت کی گئی ہے بغیر شروطِ فاسدہ کے مزارعت جائز ہے۔ مزید طمانیت کے لئے مسلم شریف صـ۱۳ جلد۲ ملاحظہ فرمائیں۔ اسی روایت کے الفاظ ہیں کہ فلم یکن للناس کراء غیر ھذا فلذلک زجر عنہ۔ کہ لوگوں میں زمین کو بٹائی پر دینے کا رواج صرف ان ہی شروطِ فاسدہ پر تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا۔

المبسوط للسرخسی صـ۱۳ جلد ۲۳ میں روایت ہے کہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال لم ینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنھا حتّٰی تظالموا (الی ان قال) فلما تظالموا نھٰی عنھا۔ یعنی حضرت جعفر اپنے باپ محمّد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزارعت سے اس وقت تک نہیں روکا جب تک ظلم شروع نہیں ہوا تھا لیکن جب شروط فاسدہ لگا کر ظلم شروع کر دیا تو حضور علیہ السلام نے منع فرما دیا۔ اسی مبسوط کے صـ۱۴ پر خالد حذّاء سے منقول ہے کہ ہم مجاہد کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت رافع بن خدیج کی روایت (مذکورہ بالا) کا تذکرہ ہوا تو طاؤس نے جو کبار تابعین میں سے تھے بڑی تاکید سے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ حضرت معاذؓ بن جبل جب یمن تشریف لائے تو زمین کو نصف اور چوتھائی بٹائی پر دیا کرتے تھے اور معاذؓ بن جبل چونکہ اعلم بالحلال والحرام تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ان سے مخفی رہ گئی ہو۔ ضرور یہ حدیث ان کو پہنچی ہے لیکن جس معنیٰ پر انہوں نے اس حدیث کو محمول کیا ہے ہم بھی اس معنیٰ پر اس کو محمول کریں گے یعنی شروطِ فاسدہ کی وجہ سے ممانعت پر محمول کریں گے اور مزارعت کے جواز کا عقیدہ رکھیں گے۔

محترم مقالہ نویس نے صرف ممانعت کی روایات۔ کو دیکھا ہے۔ تمام روایاتِ باب کو دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی ورنہ مذکورہ بالا روایات اور صحیح بخاری و مسلم سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ مزارعت جائز ہے خواہ بصورت نقدی ہو یا بصورتِ پیداوار، بشرطیکہ شروط فاسدہ نہ ہوں۔

(باقی آئندہ)

جلسہ

مورخہ ۵ ستمبر بروز ہفتہ ۹ بجے صبح تا ۲ بجے سہ پہر بمقام بھٹیاں لنگاہ تحصیل ٹنکہ گڑھ میں ایک شاندار تبلیغی جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ امیر جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان، مولانا محمد اجمل ناظم جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے علاوہ دیگر علماء کرام تشریف لا رہے ہیں۔

تبلیغی جلسہ

مورخہ ۶ ستمبر مطابق ۴ رجب المرجب بروز اتوار بعد از نماز عشاء مدرسہ قاسمیہ رحمان پورہ لاہور میں منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری خطاب فرمائیں گے۔

بقیہ: تنسیخ نکاح کا فیصلہ

دیا جا سکتا ہے۔

فریقین کے عقائد کے بارے میں گفتگو کے بعد میں شادی کے تصور کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا جو زیر بحث مسئلے میں دوسرا اہم نکتہ ہے اس کے بعد میں مدعا علیہ کے عقائد کے بارے میں اپنے نتائج کی روشنی میں شادی کے جواز سے بحث کروں گا!

اسلام کوئی مسلک نہیں بلکہ حال میں زندگی کرنے کا نام ہے اور اسلام میں نکاح ایک اخلاقی رشتہ ہے۔ امیر علی نے شادی کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق یہ ایسا ادارہ ہے۔ جو معاشرے کے تحفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان گمراہی اور بے عصمتی سے محفوظ رہے شادی زندگی بھر کا عہد ہوتا ہے جس کی سب سے اہم خصوصیات جنسی اختلاط کی قانونی یا جائز اجازت نہیں بلکہ اشتراک کار ہے۔ جس میں دو انسان دکھ سکھ خوشی اور غم میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو تسکین اور حوصلہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ اتحاد تغیر حالات کے ذریعہ فریقین کے لیے باعث رحمت ہوتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جنسی اختلاط کا تصور بھی اس اشتراک یا اتحاد میں دخیل ہے۔ جو فریقین کے جسمانی قرب کی اہمیت واضح کرتا ہے لیکن اس سلسلے میں باہمی موانست، یگانگت اور رفاقت بھی کچھ کم اہم نہیں ہوتے۔

شیکسپیئر نے ہملٹ میں کہا ہے کہ میاں بیوی ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ارسطو نے ایک جگہ کہا ہے۔ کہ بیوی کو زدوکوب کرنا اس بات کی نفی ہے کہ وہ تمہاری بیوی ہے۔ ان تمام باتوں کا ایک ہی مطلب ہے اور وہ یہ کہ میاں بیوی کا رشتہ ایک مقدس اشتراک کا ہے قرآن پاک میں شادی کا ذکر مودت، رحمت اور سکون کی اصطلاحات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بائبل میں ایک جگہ آیا ہے کہ "وہ میری ہی ہڈی کا ایک حصہ اور میرے ہی گوشت کا ایک ٹکڑا ہے"۔ غرضیکہ ہر جگہ یگانگت پہ ہی زور دیا گیا ہے جولیس سیزر میں لارڈ برڈونس کے ساتھ پورشیا کا مکالمہ ایک بیوی اور داشتہ کے فرق کو بڑی خوبصورتی سے واضح کرتا ہے اور انگلستان کے ایک ولی عہد کا یہ جملہ بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے کہ جب اس سے ایک رومن کیتھولک شہزادی سے شادی کے لیے کہا گیا...... تو اس نے کہا کہ "دو مذہب ایک بستر میں اکھٹے نہیں ہو سکتے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

اپنے تخم کے لیے (کردار کے اعتبار سے) موزوں عورت کا انتخاب کرو اور اپنے برابر والوں سے شادی کرو۔ اور (اپنی بیٹیاں) ان کے نکاح میں دو۔ (ابن ماجہ ۹: ۴۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی میں اکفا بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نظریات کا اختلاف یا عقائد کی وسیع خلیج یا فریقین کے قول وعمل کی عدم یکسانیت ان کے مستقبل کو تاریک کر سکتی ہے میاں بیوی کے درمیان موانست کا رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد ان کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا شادی کے بنیادی تصور کی نفی ہے۔ اور یہ تبادلہ کیف ومسرت کا پیغامبر بننے کی بجائے جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے اور جب فریقین ایک دوسرے سے مسلسل جھگڑنے رہیں اور ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں تو پھر سب کچھ جھوٹ اور فریب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ صورت حال نہ صرف یہ کہ انفرادی طور پہ ناقابل برداشت ہے بلکہ سماجی اعتبار سے بھی تباہ کن ہے جنس کے اسرار اسی وقت پوری طرح تسکین پاتے ہیں جب جسمانی رشتے کے ساتھ فریقین میں روحانی ہم آہنگی بھی موجود ہو۔ اگر مذہب کا فریقین کی زندگیوں پہ واقعی کوئی اثر ہوتا ہے تو پھر اس بارے میں کوئی اختلاف ان کی زندگی پہ پیدائش، نسل زبان یا دنیاوی مرتبے غرض کہ کسی اور چیز سے زیادہ اثر انداز ہو گا۔

سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ:- اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت (چاہے) (لونڈی کیوں نہ ہو) وہ (بدرجہا) بہتر ہے کافر عورت سے گو وہ تم کو اچھی ہی لگے اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی لگے" (بقرہ آیت ۲۲۱)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ زیر نظر مقدمے میں فریقین کے درمیان شادی اسلام میں قطعی پسندیدہ نہیں اور قرآن پاک اور حدیث کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے، کیونکہ فریقین نہ صرف مختلف نظریات کے حامل ہیں بلکہ ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور یہ بات اس رشتے کے لیے سم قاتل کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں۔ اسلام میں کسی مسلمان کے لیے جنس مخالف کے ساتھ شادی کے سلسلے میں متعدد پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور کسی بھی صورت میں کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم مرد سے جائز شادی نہیں کر سکتی جن میں عیسائی، یہودی یا بت پرست شامل ہیں۔ اور ایک مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کا نکاح اسلام کی نظر میں غیر مؤثر ہے اندریں حالات میں یہ قرار دیتا ہوں کہ اس مقدمے کے فریقین کے درمیان شادی اسلامی شادی نہیں بلکہ یہ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی کی ساٹھ سال کے ایک غیر مسلم (مرتد) کے ساتھ شادی ہے۔

لہٰذا یہ شادی غیر قانونی اور غیر مؤثر ہے

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر مسئلہ نمبر ۳-۴-۷ اور ۸ ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور ان پہ غور کی ضرورت نہیں۔

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے، کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم ہے، اور اس طرح جو غیر مسلم قرار پایا ہے غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔

تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا ہے اور مدعا علیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی قرار نہ دے۔ مدعیہ اس مقدمہ کے اخراجات بھی وصول کرنے کی حقدار ہے۔

فیصلے کے اختتام سے پہلے میں مدعیہ کے فاضل وکیل کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے متعدد کتابوں کے ذریعہ میری بےحد مدد کی، ان میں سے چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) حقیقت الوحی (۲) ازالہ اوہام (۳) ملفوظات احمدیہ (۴) معیار الاخیار (۵) آئینہ کمالات (۶) تذکرہ شہادتین (۷) مسئلہ ختم نبوت از مولانا اسحٰق (۸) مسئلہ ختم نبوت از مولانا مودودی (۹) قادیانی مسئلہ از مولانا مودودی) ! (۱۰) ختم نبوت از مولانا ثناءاللہ (۱۱) خاتم النبیین از حکیم عبداللطیف (۱۲) صحیفہ تقدیر از مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳) مرزائیت عدالت کے کٹہرے میں مولفہ جانباز مرزا (۱۴) فسخ نکاح مرزائیاں (۱۵) فیصلہ صادر کردہ مسٹر محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر (۱۶) فیصلہ صادر کردہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کیمبل پور (۱۷) ترجمہ قرآن مجید از مسٹر پکتھال (۱۸) مرزا غلام احمد کی تصانیف کے تراجم از عبداللہ الہ دین۔

یہ فیصلہ ۱۳ جولائی کو شیخ محمد رفیق گریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی نے جو ان کی جگہ جیمس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

بقیہ: اداریہ

رہین منت ہے۔ اس لئے مسلمانانِ پاکستان پر بالعموم اور حکومتِ پاکستان پر بالخصوص یہ اخلاقی اور مذہبی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ان تمام ملکوں کو جو اس قسم کی خفیف الحرکتی کے مرتکب ہوئے ہیں واشگاف الفاظ میں یہ بتا دے کہ پاکستان ایسی کسی بھی بیہودہ جسارت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور وہ اس قسم کی ہر بے ہودگی کے خلاف وہ آخری اقدام کرے گا جو اس کے بس میں ہو گا۔ سفارتی تعلقات کا انقطاع جس کا پہلا مرحلہ ہو سکتا ہے۔

وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کے حکمران امریکہ اور اس کے حاشیہ بردار ملکوں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جس کے وہ مستحق ہیں۔

حکومتِ پاکستان ان ممالک کی بے ہودہ حرکات اور اشتعال انگیز اقدامات کی روک تھام اور سدِ باب کے لئے جو بھی اقدام کرے گی ہر غیرت مند مسلمان نہ صرف اس کی پوری پوری تائید اور حمایت کرے گا بلکہ ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا!

احباب متوجہ ہوں

شاعر جمعیۃ علماء اسلام سید امین گیلانی کی "پروگرام بک" گم ہو گئی ہے جس کی وجہ سے پروگرام کے تحت کئی جلسوں پر نہیں جا سکے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے آئندہ پروگرام دوبارہ نوٹ کروا دیں۔ (سید سلیمان گیلانی شیخوپورہ)

درسِ قرآن

عقیدہ اور عمل

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ——— مرتبہ : محمد عثمان غنی

(۳)

یہاں پر تبلیغ رسالت، انزالِ کتب، ارسالِ وحی کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ فرمایا —— کہ میں فرشتوں کو اتارتا ہوں روح دے کر۔ یعنی جس طرح میری آپ کی حیات روح پر موقوف ہے، بدن سے روح نکل جائے تو یہ ڈھانچہ بیکار ہے۔ اسی طرح بدن میں یہ رُوح رہے، اس کے لئے ایک اور روح ہے جسے قرآن مجید کہا جاتا ہے، جسے وحی کہا جاتا ہے۔ حضورؐ کے متعلق آگے بھی فرمایا۔ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط (الشوریٰ ۵۲) اے میرے حبیبؐ! میں نے آپ کی طرف روح بھیجا جو میرا حکم لے کر آپ کے پاس آیا۔ تو یہاں پر روح سے مراد کیا ہے؟ وحی، روح سے مراد کیا ہے؟ قرآن مجید، روح سے مراد کیا ہے؟ ہدایاتِ ربانی —— فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے وحی کو بھیجتے ہیں عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ، جس پر بھی چاہیں اپنے بندوں میں سے۔ یعنی انتخابِ رُسل میں نہ بندے کی محنت کا دخل، بلکہ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ —— جس پر بھی چاہے اپنے بندوں میں سے۔ جیسا کہ چاہا حضرتِ آدمؑ کے متعلق، جیسا چاہا حضرتِ نوحؑ کے متعلق، جیسا کہ چاہا باقی نبیوں کے متعلق۔ اور سب سے آخر جس کو نبی بنایا وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان پر آکر نبوّت کو ختم کر دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ہ (الاحزاب ۴۰) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ بیٹا کل یہ نہ کہہ ڈالے کہ میں نبیؐ کا بیٹا ہوں، اس لئے میں بھی نبوّت لے کر آیا، نہیں، چونکہ خاتم النبیین بنانا ہے۔ بیٹا کوئی باقی نہ چھوڑا، بیٹیاں چھوڑیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) —— مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ۔ محمد کیا ہیں؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط اور سب نبیوں پر مُہر ہیں، ان کے آنے سے نبوّت پر سیل لگ گئی، مُہر لگ گئی۔ اگر تم یہ کہہ دو کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ موسیٰؑ پر کیوں نہیں ختم نبوّت کی، عیسیٰؑ، داؤدؑ، زکریاؑ پر کیوں نہیں کی؟ جواب دے دیا۔ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اے میرے بندو! ہر بات کو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے۔ تم کیا جانو کسے میں نے خاتم النبیین بنانا تھا؟ میں نے خاتم النبیین بنانا تھا جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو —— بس بنا دیا۔

یہاں پر بھی فرمایا يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ۔ جس پر بھی چاہا اپنے بندوں میں سے، اس کو نورِ نبوّت دے کر، روحِ انسانیت دے کر اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے جبریل امین کو۔ اور اس روحِ انسانیت کا خلاصہ کیا ہے؟ اَنْ (یہ اَن تفصیلیہ ہے) اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ہ وہ وحی یہ ہوتی ہے اے میرے نبیو! اے میرے رسولو! اَنْذِرُوْا، دنیا والوں کو ڈراؤ، اس بات سے کہ وہ میری نافرمانی نہ کریں۔ اُن کو سمجھا دو۔ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ہ اُن سے یہ کہہ دو کہ میرے بغیر کوئی الٰہ نہیں، میرے بغیر کوئی ایسی ذات نہیں جو معبود بن سکے، میرے بغیر کوئی ایسی ذات نہیں جس کی طرف بندے رجوع کرسکیں۔ بلکہ معبودِ برحق میری ذات ہے اس لئے کیا نتیجہ نکالا؟ فَاتَّقُوْنِ ہ پس تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو ——

وحیِ الٰہی کا جو خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا، سورت انبیاء میں بھی فرمایا۔ اور بعض دوسرے مقامات پر بھی فرمایا کہ جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لاتے سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی دے کر بھیجی گئی۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اسے صرف پڑھنا نہیں ہے، بلکہ فرمایا فَاتَّقُوْنِ ہ

دو باتیں یہاں فرمائیں، ایک عقیدہ دوسرے عمل۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا۔ یہ ہے عقیدہ۔ فَاتَّقُوْنِ ہ یہ ہے عمل۔ کہ تم زبان سے پڑھو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور تم بھی ڈرو۔ فَاتَّقُوْنِ، تقویٰ اختیار کرو ——

تقویٰ تمہاری زبان کا ہو، تقوےٰ تمہارے اعمال کا ہو، تقویٰ تمہارے دل کا ہو، اور جب یہ تینوں تقوے مل جائیں گے، اس میں پھر تمہاری نجات ہوگی۔ نبوّت اور رسالت کی تعلیم کا خلاصہ ہے عمل اور عقیدہ۔ اور دونوں اس چھوٹے سے ٹکڑے میں رب العالمین نے بیان فرما دیے۔ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ہ

آگے چل کر پھر مثال بیان فرمائی کہ دیکھو۔ جس طرح دنیا میں تمہارا مادی نظام قائم ہے۔ اسی طرح تمہارا روحانی نظام بھی قائم ہے۔ کیا یہ زمین تم نے بنائی؟ اللہ نے بنائی۔ کیا یہ آسمان تم نے بنایا؟ —— اللہ نے بنایا۔ یہ شمس و قمر تم نے بنائے! اللہ نے بنائے۔ کیا یہ موسم اور یہ بادل اور یہ فضائیں اور یہ ہوائیں تم نے بنائیں؟ تم گندم کے موسم میں مکئی نہیں بو سکتے۔ مکئی کے موسم میں گندم نہیں بو سکتے۔ موسم خزاں کو بہار سے نہیں بدل سکتے۔ موسم بہار کو موسم خزاں میں نہیں بدل سکتے ——

یہ سارا نظام کون چلا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ۔ جب مادی نظام میں تم خود مانتے ہو کہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے تو پھر یہ مادی نظام تمہارے بدن کا محافظ ہے،

تمہارے اندر جو انسانیّت ہے اس کا محافظ کون ہے؟ روحانی نظام۔ جس اللہ نے تمہارے لئے بوٹ بنانے کے طریقے بنائے۔ کیا وہ اللہ تمہارے پاؤں سنبھالنے کے طریقے نہیں بنائے گا؟ جس اللہ نے تمہارے لباس کی حفاظت کی، کیا وہ اللہ تمہارے بدن کی حفاظت نہیں کرے گا؟ جس نے تمہارے بدن کی حفاظت کی کیا وہ تمہاری روح کی حفاظت نہیں کرے گا؟ —— تو روح کی حفاظت کے لئے، اس کی رہنمائی کے لئے اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اس لئے ساتھ ہی مادی تخلیق کا ذکر فرمایا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ٥ فرمایا۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ، اُسی اللہ نے بنائے آسمان، وَالْاَرْضَ، اسی اللہ نے بنائی زمین، بِالْحَقِّ ط بالکل ٹھیک ٹھیک —— اس میں جو کچھ اونچ نیچ اس نے کردی۔ بس وہ رہے گی، اللہ نے زمین بنائی، اللہ نے آسمان بنائے، یہ تخلیق اللہ تعالےٰ کی ہے —— اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زمین اور آسمان تمہاری مادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ٥ اللہ بلند اور بالاتر ہے اُن تمام چیزوں سے جن کو یہ بندے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، نہ کوئی خالقِ ارض ہے، نہ کوئی خالقِ سماوات ہے، نہ کوئی پانی کا خالق، نہ کوئی آگ کا خالق، نہ کوئی اپنا خالق، خالق اللہ تعالےٰ ہے، لہٰذا معبودِ برحق بھی وہی ہے۔

لیکن آگے اللہ تعالےٰ پھر شکوہ کرتے ہیں کہ اے میرے بندو! ساری کائنات اپنے نظام پر چلتی ہے، کوئی چیز اللہ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی سوائے انسان کے۔ شیخ سعدیؒ کی رباعی مشہور ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک ہمہ درکاراند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نخوری
ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

فرماتے ہیں۔ اے انسان! یہ بادل، یہ سورج، یہ چاند، یہ ساری کی ساری چیزیں کیا ہیں؟ ع

ہمہ از بہرِ تو سرگشتہ و فرمانبردار

یہ ساری کی ساری چیزیں تیرے لئے فرمانبردار ہیں، یہ ساری کی ساری چیزیں تیری مطیع ہیں۔ تیرا حکم مانتی ہیں، تو پھر؟ ع

شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

پھر یہ انصاف کی بات تو نہیں ہے کہ تو اللہ کا حکم نہ مانے — یہ سارا نظام اللہ ہی چلا رہا ہے — اللہ کی کوئی بھی مخلوق اپنے نظام سے باہر قدم نہیں رکھتی۔ اتنا بڑا سورج، اتنا بڑا چاند، یہ سیّارے، یہ ماہتاب، یہ آفتاب جو کچھ آپ دیکھتے ہیں۔ قرآن مجید نے فرمایا —— کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ٥ (یٰسٓ ۴٠) سارے کے سارے اپنے دائرۂ عمل میں تیرتے ہیں۔ کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اپنے فلک سے باہر قدم رکھے۔ ہاں اس وقت رکھے گا جب قیامت آجائے گی تو پھر آپس میں ٹکرائیں گے وہ بھی میرا حکم ہوگا۔ لیکن انسان؟ اب سوچ لیں۔ کہ ہم چوبیس گھنٹوں میں کتنی بات خدا کی مانتے ہیں، کتنی بات اپنی مانتے ہیں؟ —— اس لئے شکوہ کیا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ، اللہ ہی نے بنایا انسان کو ایک پانی کی بوند سے۔ فرمایا کہ انسان! تو سوچ، میں تیرا کتنا رحیم خدا ہوں؟ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ق نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ٥ (الدھر ٢) میں نے تجھے ایک خوبصورت شکل دی، تجھے میں نے احسن تقویم میں پیدا کیا۔ سچی بات ہے۔ دیکھ لیجئے۔ دنیا میں انسان سے بہتر مخلوق اللہ تعالےٰ نے کوئی نہیں بنائی۔ انسان کو جو اللہ تعالےٰ نے خوبصورتی عطا کی، تناسب عطا کیا، یہ اللہ کی تخلیق کی خوبصورتی ہے، باقی ساری مخلوق اللہ تعالےٰ کی ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ٥ (انشراح ۴) انسان سے بہتر اور کوئی قالب نہیں ہے۔ مگر انسان نے پھر کیا کیا؟ ساری مخلوق اللہ کی مطیع و فرمانبردار اور خدا کے سامنے اکڑنے والا کون بنا؟ صرف انسان —

شکوہ کیا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ، اللہ ہی نے بنایا انسان کو پانی کی ایک بوند سے تو انسان کو چاہیئے تھا کہ ہر وقت اللہ کے سامنے سربسجود رہتا کہ یا اللہ! تو نے مجھ پر بڑا فضل و کرم کیا، مجھے تو نے اپنی خلافت بخشی، مجھے خلیفہ فی الارض بنایا، لیکن فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ٥ یہ انسان اچانک اللہ تعالےٰ کا کھلا دشمن بن گیا۔ خَصِیْم، خصم سے مشتق ہے، لڑنے والا اور مُبِیْن کا معنیٰ کھلا۔ اب دیکھ لیں، ساری کائنات میں سے کوئی مخلوق اللہ کا مقابلہ کھُل کر نہیں کرتی جتنا انسان کرتا ہے۔ یعنی انسان قدم قدم پر خدا کا باغی، عقیدے کے اعتبار سے، عمل کے اعتبار سے، زندگی کے کسی بھی شعبے میں انسان رب العالمین کی مشیّت کو، داخل ہونے نہیں دیتا۔ لیکن باقی ساری کائنات؟ جس کو ہم سمجھ سکتے ہیں یا نہیں سمجھ سکتے —— خداوندِ قدوس کے سامنے سربسجود ہے۔

تو یہاں اللہ تعالےٰ نے بندے کا شکوہ کیا کہ او انسان! تیرے لئے میں نے جو نظامِ ہدایت نبیوں کی وساطت سے اور پھر آخری نبی جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وساطت سے بھیجا تھا، تو اس کو مانتا، میرا مطیع بن جاتا، لیکن بجائے اس کے کہ تو میری مرضی کو نافذ کرے تو اُلٹا میرا مدِّ مقابل بن گیا۔

سورتِ یٰسٓ میں آتا ہے کہ انسان جب کہتا ہے۔ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ (۷۸) ان ہڈیوں کو جو گل چکی ہوتی ہیں کون زندہ کرے گا؟

ولید جو مکے کا بڑا کافر تھا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہڈی کسی مُردے کی لے کر آیا، جو گل سڑی ہوئی تھی۔ کہنے لگا — "اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہتا ہے مرنے کے بعد پھر زندگی ہے۔ اس ہڈی میں کیسے زندگی آئے گی؟" اللہ فرماتے ہیں "او بے وقوف! تو دیکھ لے جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ٥ (یٰسٓ ٨٠) یہ سبز پودے میں آگ کون

بقیہ : درسِ قرآن

پیدا کر رہا ہے ۔ تُو نے پودے ہیں پانی ڈالا ، پانی سے آگ بنتی ہے یا پانی سے پانی بنتا ہے ؟ اس لکڑی کو میں نے ایک قوت دے دی کہ یہ جلتی بھی ہے ، جلاتی بھی ہے — تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے سامنے تخلیق کا نقشہ کچھ ہوتا ہے ۔ میرے علم میں تخلیق کا نقشہ کچھ ہوتا ہے ۔ جس چیز کو تم گلی سڑی ہڈی کہہ رہے ہو ، میرے ہاں اُس میں زندگی بھی ہے اور اس کو میں پھر دوبارہ اسی بدن کی کیفیّت کے ساتھ ظاہر کر دوں گا جس بدن کے ساتھ وہ پہلے تھی ۔ اس لئے فرمایا ۔ کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ ط (الانبیاء ۱۰۴)
جس طرح ہم نے تخلیق پہلے فرمائی ، اسی طرح ہم اس کو لوٹا بھی دیں گے ۔

تو اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے انسان کا شکوہ کیا کہ اے انسان ! تجھے میں نے نطفے سے پیدا کیا ، اور تُو میرا کھلا دشمن بن گیا ؟ بجائے اس کے کہ تُو میرا مطیع اور فرمانبردار بنتا اور دنیا میں باقی کائنات پر تُو میری مرضی کو حاوی اور نافذ کرتا ۔

اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ تبلیغ الاسلام میانوالی کا سالانہ جلسہ ۹ ، ۱۰ رجب مطابق ۱۱ ، ۱۲ ستمبر ۱۹۷۰ء بروز جمعہ ، ہفتہ بمقام مسجد نئی عید میانوالی منعقد ہو رہا ہے ۔ ملک کے بلند پایہ علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرمائیں گے ۔

(احمد سعید ناظم مدرسہ عربیہ)

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں ۔
ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی ۔

پروگرام حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مورخہ ۷ ستمبر بروز سوموار ۹ بجے صبح دھوکہ منڈی ۱۲ بجے کھنڈا موڑ ، ظہر کو بھیکی اور بعد نماز عشاء جڑانوالہ دفتر جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے جلسہ عام میں خطاب فرمائیں گے

مورخہ ۸ ستمبر صبح داؤ آنہ چک ۲۷۲ گ ب ۔ ظہر کو چک ۲۸۲ گ . ب کوٹ شاہدہ ۔ بعد نماز عصر منڈی روڈالہ روڈ میں پرچم کشائی فرمائیں گے اور بعد نماز عشاء منڈی روڈالہ روڈ میں تشکیل جمعیۃ علماء اسلام کے دفتر کا افتتاح اور جلسہ عام سے خطاب فرمائیں گے ۔

مورخہ ۹ ستمبر صبح گھونی جھال چک ۳۶۳ گ ب احمد دین بھدرو کے ہاں اور بعد نماز عشاء منڈی تاندلیانوالہ میں جلسہ عام سے خطاب فرمائیں گے ۔

نوٹ : مولانا محمد اکرم ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان اور مولانا محمد اجمل ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان ، مولانا عبدالعلیم لائل پور اور شاعر اسلام امین گیلانی بھی آپ کے ہمراہ ہوں گے ۔

مولانا محمد انوری رحؒ کی اہلیہ کا انتقال

مورخہ ۱۵ اگست بروز ہفتہ کی رات حضرت مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے ۔ حضرت مولانا سعید الرحمان صاحب جانشین و امیر جمعیۃ علماء اسلام شہر لائل پور نے تمام مسلمانوں سے پُرزور اپیل کی ہے کہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی فرمائیں اور دعا کریں کہ خداوند قدوس مرحومہ کو جنّت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں ۔ آمین

(محمد اکرم ناظم دفتر جمعیۃ علماء اسلام لائل پور)

مولانا غلام اللہ خاں روبصحت ہیں

جمعیت اشاعت التوحید والسنّت کے ناظم اعلیٰ اور دارالعلوم تعلیم القرآن کے مہتمم ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں جو کہ دل کے دورہ کی وجہ سے ہسپتال میں زیر علاج تھے ۔ اب الحمد للہ مولانا کی حالت تسلی بخش ہے ۔

ایک بیان میں مولانا غلام اللہ خاں نے اپنے تمام احباب کرام اور معتقدین کا شکریہ ادا کیا ہے ۔ جنہوں نے مولانا کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا اور مزید دعائے صحت کی اپیل کی ۔

عبد اللطیف سیکرٹری جمعیت اشاعت التوحید والسنت راولپنڈی

دعائے مغفرت

جمعۃ المبارک کو مولانا شفیع اللہ صاحب برادرِ کلاں مولانا کریم اللہ صاحب اول مدرس جامعہ مدنیہ کریم پارک و خطیب جامع مسجد دیانند روڈ کرشن نگر لاہور انتقال فرما گئے ہیں ۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں ۔

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

کے اقوال وارشادات

عبدالرحمٰن لودیانوی، شیخوپورہ

○ پروانہ ہمیشہ شمع پر ہی جاتا ہے پس اگر پروانے کی طرح مومن بھی شمعِ حق کا پرستار رہے تو مرتبۂ صدق و رضا کو پا سکتا ہے۔

○ خوفِ حق میں آنکھوں سے آنسو بہا کہ یہ شئے روح کی کدورت کو دھو دیتی ہے۔

○ تحفہ و ہدیہ کے طور پر جو چیز بے طلب حاضر کی جائے اسے رد نہ کرو۔

○ اگر کسی مزار پر جاتے تو کچھ پڑھ کر اسے بخش تاکہ صاحب مزار کو خوشی حاصل ہو اور وہ بھی تیرے حق میں دعا کرے۔

○ ماں باپ کو اپنا قبلہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ تفاسیرِ قرآن میں بھی آیا ہے۔

○ اگر تم ہفت ہزاری بھی ہو جاؤ تو کیا بنے گا۔ آخر مٹھی بھر خاک ہی رہو گے۔

○ سچ جانو! تم محض ایک قطرۂ ناپاک ہو۔ پھر اس تکبّر اور نخوت سے کیا حاصل؟

○ اپنے استاد کے حقوق کو کبھی ضائع نہ کرو۔

○ اے دانا! ہماہمی کے خیال کو اپنے دل سے نکال اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جا۔

○ بیگانوں کے حقوق اپنے پاس نہ رکھ۔ صلہ رحمی اختیار کر۔

○ غربار، مساکین اور یتامیٰ وغیرہ کی فراخدلی سے امداد کر۔ کیونکہ یہی بہترین توشۂ عقبیٰ ہے۔

○ دنیا کے ساتھی یعنی حواسِ خمسہ جو بظاہر تیرے دوست معلوم ہوتے ہیں اگر احتیاط سے نہ برتے جائیں تو دشمن ثابت ہوتے ہیں۔

○ حرام کے لقمہ سے پرہیز کر۔

○ جہاں تیری عزت و احترام کے خلاف کوئی بات ہو وہاں ہرگز نہ جا۔

○ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ (۱) گناہوں کو توبہ (۲) رزق کو جھوٹ (۳) نیک اعمال کو غیبت (۴) عمر کو غم (۵) بلاؤں کو صدقہ (۶) عقل کو غصّہ۔ (۷) سخاوت کو پشیمانی۔ یعنی دے کر بعد میں پچھتانا (۸) علم کو تکبّر۔ (۹) بدی کو نیکی (۱۰) ظلم کو عدل و انصاف۔

○ فقیر کو چاہیئے کہ اپنے مرشد کی حضوری رکھے۔ سچا مرشد وہ ہوتا ہے جو دریائے معرفت کا غوطہ خور ہو۔ نہ کہ کنارے پر غفلت و آرام سے بیٹھنے والا۔

○ مرید کو بیعت کرتے وقت اپنے زہد و ریاضت کی قوت کا صحیح اندازہ لگانا چاہیئے ورنہ اس کے دونوں جہان خراب ہو جائیں گے۔

○ مبتدی کو چاہیئے کہ وہ راگ اور سماع سے پرہیز کرے کیونکہ یہ راستہ اس کے لئے بہت مشکل ہے۔

○ الٰہی! علیؒ کو پہلے شکر و حمد کی توفیق عطا فرما اور پھر فقر و دولت عطا فرما، پہلے اسے کدورت سے پاک کر اور پھر اپنے اسرارِ روحانی و معنوی اس پر واضح کر دے۔

○ ایسا بادشاہ جو دین پناہ ہو، ظلم و ستم کی بیخ کنی کرنے والا ہو اور رعایا کے نفع و نقصان کی پاسداری رکھے (اس کے حقوق کا محافظ ہو) اس کی تعریف و توصیف اور امداد و اعانت فقیر کے لئے ضروری ہے۔

○ بھید کو نہ کھول اور نماز کو نہ بھول۔

○ دین و شریعت کے پابند لوگوں کو خواہ وہ نادار اور غریب ہی کیوں نہ ہوں۔ بچشمِ حقارت نہ دیکھ۔ کیونکہ اس سے خدا کی حقارت لازم آتی ہے۔

○ اولیاء خدا کے غضب و رحم کے اظہار کا ذریعہ اور احادیثِ نبوی کی تجدید کا باعث ہیں۔ ان سے پوری طرح فیضیاب ہو۔

خدا دیکھ رہا ہے!

رانا احمد سعید خاں لاہور

ایک آدمی کو محنت مزدوری کرنے کی بجائے چوری کرنے کی عادت تھی۔ ایک رات اس آدمی نے گاؤں کے نمبردار کے باغ میں چوری کرنے کی ٹھانی لیکن مشکل یہ تھی کہ باغ کا چوکیدار رات کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد چکر لگایا کرتا تھا۔ سوچتے سوچتے اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے اپنے بیٹے ڈینو کو بلایا۔ ڈینو اپنے سکول کا کام کر رہا تھا کام چھوڑ کر وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اس کے باپ نے اس سے کہا۔ کہ آج رات کو میرے ساتھ نمبردار کے باغ میں چلنا۔ رات ہوئی تو ڈینو اپنے باپ کے ساتھ نمبردار کے باغ کے پاس پہنچ گیا۔ باپ نے کہا بیٹا! دیکھو میں باغ کی دیوار پر چڑھوں گا اور نیچے کود جاؤں گا تم بڑی ہوشیاری سے دیکھتے رہنا کہ کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو ہم دونوں پکڑے جائیں گے۔

ڈینو سوچنے لگا۔ یہ تو چوری ہوئی۔ تو یہ اتنا بڑا گناہ، اسے کتابوں میں پڑھا ہوا سبق یاد آ رہا تھا کہ انسان کتنا ہی چھپ کر کوئی کام کرے اللہ میاں سے نہیں چھپا سکتا۔ اللہ کو ہر کام کی خبر ہے اور چوری کرنے والے کو سخت سزا دیتا ہے پھر میرے ابا کیسے بچیں گے۔ یہ سوچتے ہی وہ چیخ پڑا۔ "ابا! ابا! آپ کو وہ دیکھ رہا ہے" بیٹے کی آواز سنتے ہی اس کا باپ گھبرا کر باہر آ گیا۔ "کیوں بیٹے! کس نے مجھے دیکھ لیا؟" "خدا نے"۔ باپ نے حیران ہو کر بیٹے کی طرف دیکھا اس کے دل پر ڈینو کی بات کا بڑا اثر ہوا اور چوری کئے بغیر گھر کی طرف چل پڑا۔ باپ اپنے دل میں شرمندہ تھا اور بیٹا خوش تھا کہ اس نے اپنے باپ کو بُرے کام اور سخت سزا سے بچا لیا۔

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
〃 〃 ششماہی	..	۶
〃 〃 〃	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
〃 〃 بحری جہاز 〃		۱۵
〃 〃 ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
بحری 〃	..	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
〃 〃 بحری	۸۰	۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن عزیز

دیدہ زیب — نیا حاشیہ — رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تین سال کی محنتِ شاقہ اور زرِ کثیر کی لاگت کے بعد شائع ہو گیا

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
—	۱۲ روپے	۹ روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کل قیمت پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی، پی نہ بھیجا جائے گا۔ تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں،

قرآن مجید

رعایتی ھدیہ
فی جلد ۵/۵۰ ڈاک خرچ ۱/۲۵

کل
۷/- روپے پیشگی بھیجکر طلب فرمائیں

سندھی ترجمہ — مرتبہ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا سندھی تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہ

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ ۶۷ ۲-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء